کتاب و سنت اور اسلافِ امت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد حیدرآباد

Volume:18 Issue:1 January 2025

مدیر

مولانا محمد عبد القوی

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

www.iauth.in

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

اشرف الجرائد کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ



درسِ قرآن

ہم بدلیں پھر حالات بدلیں گے

از: مولانا محمد عبدالقادر فرید قاسمی*

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴿۱۹۷﴾ (ال عمران:۱۹۶، ۱۹۷)

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے ان کا شہروں میں (خوش حالی کے ساتھ) چلنا پھرنا تمہیں ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے۔ یہ تو تھوڑا سا مزہ ہے جو یہ اُڑا رہے ہیں) پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بدترین بچھونا ہے۔

توضیح: کفر کا غرانہ، دندنانہ، ناز و نعم میں رہنا، وقتیہ غلبہ پانا، بظاہر فتح حاصل کر لینا کوئی لائق تعجب بات نہیں ہے بلکہ عین مطابق فرمودات خداوندی ہے، صحابہ کرامؓ کو بھی اپنی فاقہ مستی اور کس مپرسی کے مقابلے میں کافروں، بے ایمانوں کہ مالی فراوانی، خوشحالی پر تعجب ہوا تھا کہ ہم تو توحید پرست، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق، جانباز، اسلام کے پکے وفادار ٹھہرے اور یہ کافر و مشرک خدائے واحد کے منکر، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانی دشمن، اسلام کے مخالف ہیں اس کے باوجود دنیا ان کی جھولی میں ہے، صحابہ کرامؓ کی اِس بے چینی پر آیتِ مبارکہ میں تسلی دی گئی اور صبر کی تلقین کی گئی کہ ان کا شہروں پر غلبہ پانا، تزک و احتشام کے ساتھ شہر در شہر گھومنا، پھرنا، تمہیں دھوکہ میں نہ ڈالے کیوں کہ دنیا اور اس کی نعمتوں کا حاصل ہو جانا، یہ رضائے رب کی علامت نہیں ہے بلکہ اس معاملے میں قرآن نے ایک جگہ پر صراحت بھی کر دی ہے کہ اللہ پاک جب کسی کو فتنے میں ڈالنا چاہتے ہیں تو معصیت و بغاوت کے باوجود اس کے پاس مال و دولت کی بہتات ہوتی ہے، وہ اسی میں مگن اور مدہوش رہتا ہے مگر انجام کار ''مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ'' ''وَبِئْسَ الْمِهَادُ'' ہوتا ہے، اس آیت کے فوراً بعد اہلِ تقویٰ و اہلِ ایمان کو یہ خوشخبری بھی دی گئی گرچہ دنیا تمہیں قلیل اور بقدر ضرورت دی جا رہی ہے کیوں کہ یہ عارضی فانی جگہ ہے باری تعالیٰ تمہیں اس میں اُلجھا کر

* ذمہ دار ادارہ حسیب المدارس، کھٹکیسر، حیدرآباد

اُخروی دائمی نعمتوں سے محروم کرنا نہیں چاہتے ہیں، اگر تم تقویٰ اختیار کروگے، آخرت کی ابدی حیات میں تمہارے لیے وہ نعمتیں ہوں گی جو ''لا عین رأت و لا اذن سمعت و لا خطر علی قلب بشر''، نہ آنکھوں نے دیکھا ہوگا، نہ کانوں نے سنا ہوگا، نہ دل نے تصور کیا ہوگا، اہلِ کفر اور اہلِ ایمان کی دنیاوی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے ایک آدمی سے کہا ہو کہ تم کچھ دیر کے لیے دھوپ کی تپش میں ٹھہرے رہو پھر ہمیشہ کے لیے ایئر کنڈیشن روم میں آجانا اور پھر کسی دوسرے کو یہ حکم دے کہ تم کچھ دیر ایئر کنڈیشن روم میں رہنا اس کے بعد ہمیشہ کے لیے دھوپ میں تپتے رہنا۔ ہر صاحبِ سمجھ اس بات کو پسند کرے گا کہ کچھ وقت کی تکلیف برداشت کر لینا بہتر ہے ہمیشہ کی راحت کی خاطر اور کچھ دیر کے آرام کو ہمیشہ کی سختی پر ترجیح دینا یہ بڑی ناسمجھی ہوگی، اسی کو قرآن نے کہا ہے ''لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ؕ'' کہ جنتی اور دوزخی برابر نہیں ہو سکتے؛ صورت حال یہ ہے کہ آج یہ کافر ہمیں دیکھیں گے تمسخر کریں گے، لیکن ایک دن آئے گا جب اہلِ ایمان اپنی آب و تاب کے ساتھ جنتی تختوں پر بیٹھے ان کافروں پر ہنسیں گے، یہ ساری منظر کشی سورۃ المطففین میں کر دی گئی ہے، جو ہر تڑپتے اور حالات کے مارے دل کے لیے ایک ڈھارس کا ذریعہ ہے۔ اس آیت کا ایک رخ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے پوری امت مسلمہ کو تسلی دینا ہے کہ کافروں کے غلبے اور مالی فراوانی سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے لیکن دوسری متعدد آیات میں مسلمانوں کو آگاہ کیا گیا ہے کہ یہ جو کچھ حالات کی ستم ظریفی ہے تمہارے اپنے کرتوت کی نحوست اور مقصد زندگی کو فراموش کرنے کا نتیجہ ہے۔ آج امتِ مسلمہ نصرتِ باری تعالیٰ کی گہار لگا رہی ہے اور فریاد کناں ہے مگر اعمال کی اصلاح کی طرف کوئی توجہ نہیں حالاں کہ خدا تعالیٰ کی جانب سے نصرت و حفاظت کا وعدہ اپنی جگہ مسلم ہے لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ پہلے مسلمان اپنے احوال میں تبدیلی لائیں، اپنے عقائد و اعمال کا رخ صحیح کریں، انابت و رجوع کے عادی بنیں، توکل و اعتماد میں وثوق پیدا کریں، اطاعت و انقیاد کو اپنا شیوہ بنائیں، شکر و صبر کو اپنا وطیرہ بنالیں تو پھر خدا تعالیٰ کا حکم یقیناً پورا ہوگا اللہ کی صفت ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ آج ہمارا معاشرہ کس کس قسم کے گناہوں اور جرائم کا مرتکب ہے ان میں سے ایک ایک گناہ پر سابقہ امتوں کو عذاب کے ذریعے ہلاک کر دیا گیا تھا یہ ہمارے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ امت اجتماعی ہلاکت سے محفوظ ہے لیکن یہ پر آشوب حالات کسی عذاب سے کم نہیں ہے لہذا ہم ہوش کے ناخن لیں اپنی زندگی کے دھارے کو مرضیاتِ رب کے مطابق کرنے کی کوشش کریں۔ خدا ہمیں حوصلہ اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درسِ حدیث



پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت جانو

از: مولانا مفتی محمد احمد علی قاسمی*

عَن عَمْرِو بنِ مَيْمُوْنِ الْاَوْدِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لِرَجُلٍ: وَهُوَ يَعِظُهُ اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَكَ قَبلَ هَرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبلَ سَقَمِكَ، وَغِنَاكَ قَبلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ۔ (رواہ الترمذی مرسلاً مشکاۃ المصابیح رقم الحدیث:5173)

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن میمون اودی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: پانچ باتوں کو پانچ باتوں سے پہلے غنیمت سمجھو؛ ۱- اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے ۲- اپنی صحت وتندرستی کو اپنی بیماری سے پہلے ۳- اپنی مالداری کو اپنے محتاجی سے پہلے ٤- اپنی فراغت کو اپنی مجبوری سے پہلے ٥- اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے۔

تشریح: نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحیمانہ ومشفقانہ مزاج وطبیعت کا یہ مسلّم ثبوت ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کو ایسی بیش بہا اور قیمتی ہدایات سے نوازا جن کی قدر ومنزلت کو کوئی شخص تسلیم کر کے اس پر عمل پیرا ہو تو وہ موجود ومستقبل کے خطرات واندیشوں سے کافی حد تک اپنے آپ کو محفوظ و مامون کرسکتا ہے، انسان کی زندگی میں کچھ ایسے مراحل واوقات آتے ہیں کہ اس کی بروقت صحیح طور پر رہبری اور رہنمائی نہ ہو تو آگے آنے والا مرحلہ اور وقت اس کے لیے بڑا صبر آزما اور مشکل ہوسکتا ہے، خداوند تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں ایسے سب راہنمایانہ اصول سے ہم کو نواز دیا۔ مذکورۃ الصدر حدیث میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ ایسی ہی مخفی حقیقتوں سے پردہ اٹھایا ہے جن کی طرف عام طور پر انسان کی نظر نہیں جاتی؛ جن کو مختصراً تحریر کیا جاتا ہے۔

۱) **بڑھاپے سے پہلے جوانی کو غنیمت سمجھو،** جوانی کا زمانہ اللہ پاک کی بڑی نعمت اور قدر کی چیز ہے، یہی وہ

* استاذ حدیث وفقہ ادارہ ہذا

زمانہ ہے جس میں انسان کے خیالات وتصورات مختلف اور متنوع قسم کے افکار ونظریات میں ڈھلنے لگتے ہیں، اگر اس کو صحیح رخ نہ دیا گیا تو پھر جوانی کے نقصانات دیر اور دور تک محسوس ہونے لگتے ہیں، پھر احساس ہوتا ہے تو خون کے آنسو رونے پر انسان مجبور ہو جاتا ہے، اس کے برخلاف اگر جوانی کے زمانے کو صحیح تقاضوں کے مطابق گزارا جائے تو پھر انسان اس کی راحت اور سکون بھی زندگی بھر محسوس کر سکتا ہے، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث کے پہلے ٹکڑے میں ارشاد فرمایا کہ جوانی کو بڑھاپے کے آنے سے پہلے غنیمت سمجھو؛ یعنی یہ سمجھو کہ یہ جوانی ہمیشہ نہیں رہے گی؛ بلکہ ایک وقت ختم ہو کر بڑھاپا شروع ہو جائے گا تو اس وقت وہ (نیک) کام تم نہیں کر سکو گے جو ابھی جوانی کے زمانے میں کر سکتے ہو۔

۲) اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے غنیمت سمجھو، مشہور کہاوت ہے: تندرستی ہزار نعمت ہے، یعنی صحت سلامت ہونا بہت بڑی نعمت ہے، لیکن یہ بھی ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے، چھوٹی بڑی بیماریوں کے آئے دن شکار ہوتے ہوئے لوگ نظر آتے رہتے ہیں، اس لیے اُس وقت کی تکلیف دِہ صورتحال کے آنے سے پہلے صحت و تندرستی اور اعضائے جسم کی سلامتی کی قدر کر کے اعمالِ صالحہ اور دینی جدوجہد کی ہمت اور کوشش کرتے رہنا چاہیے؛ تاکہ بیماری کے زمانے میں کفِ افسوس ملنا نہ پڑے؛ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیث کے دوسرے جملے میں فرما رہے ہیں کہ اللہ پاک کی دی ہوئی اس نعمتِ صحت کو کام میں لا کر انسان جس قدر ہو سکے اعمالِ صالحہ کے کرنے کا اہتمام کر لے کہ پھر یہ موقع بیماری میں چاہنے کے باوجود ملنے والا نہیں ہے۔

۳) فقر و فاقے سے پہلے اپنی مالداری کو غنیمت سمجھو، مال و دولت انسان کے لیے اپنی حاجات و ضروریات کے بہ سلامت و بہ عافیت پورے ہونے کا وسیلہ اور ذریعہ ہے، اگر مال و دولت کی فراوانی یا کم از کم ضرورت کے بقدر اس کی حصول یابی نہ ہو اور پھر مزاج میں صبر اور قناعت بھی نہ ہو تو انسان در بدر کی ٹھوکریں کھا کے ذلیل وخوار ہوتا ہے، عموماً یہ صورتحال اس وقت پیش آتی ہے جب انسان اپنے سرمائے کو اسراف و فضول خرچی میں ضائع کرتا ہے، پھر بوقتِ ضرورت پریشان حالی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس لیے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیث کے تیسرے جملے میں فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت کو ضائع کرنے سے بچیں؛ بل کہ اپنی ضرورت کے بقدر اس کو خرچ کیا جائے، اور باقی مال پس انداز کرے؛ تاکہ آگے زندگی میں کام آئے۔

۴) اپنی فرصت کو اپنی مشغولیت سے پہلے غنیمت سمجھو، فرصتِ وقت کا ملنا بھی ایک عظیم نعمت ہے؛ لیکن ہوتا یہ ہے کہ انسان فرصت کو یوں ہی بیکار اور لایعنی کاموں میں ضائع کر دیتا ہے، نہ دین کی محنت نہ دنیا کی کوئی کمائی، وقت جو سونے سے زیادہ قیمتی شے ہے۔۔۔۔۔(بقیہ صفحہ ۲۵ پر)

پیش گفتار

سرزمینِ شام تیری عظمت کو سلام!

از: حضرت مولانا سید احمد ومیض ندوی*

شام کے قصاب بشارالاسد کے وحشیانہ مظالم کی دل خراش داستان اتنی طویل ہے کہ کوئی ایک کالم اس کے لیے ناکافی ہے، ہرگزرتے دن کے ساتھ سفاک الاسد کے مظالم کا ایک نیا باب منظر عام پر آتا جارہا ہے، تاریخی جامع اموی کی جب صفائی کی گئی تو رافضی توسیع پسندانہ ذہنیت بری طرح آشکارا ہوئی، روافض نے اس عظیم الشان مسجد کی مٹی پلید کردی تھی، اور اسے غلاظت سے بھر دیا تھا، مسجد کے باہر اور اطراف کے علاقوں کو ایرانی، افغانی اور دیگر ملکوں کے روافض سے آباد کردیا گیا تھا، رافضی درندوں نے ملک شام کے سنی مسلمانوں کے ساتھ کیسے کیسے مظالم ڈھائے! الامان والحفیظ!! کسی کے کان کاٹے گئے، کسی کے ہاتھ کاٹے گئے، کسی پر تیزاب ڈالا گیا، کسی کو بھوک پیاس سے مارا گیا، بشار کے فرار کے بعد کتنی ہی کھوپڑیاں ملیں، کتنے ہی مردہ گھر ملے اور کتنے ہی اجتماعی قبریں دریافت ہوئیں، اور سیاسی قیدیوں کے لیے کیسے کیسے خفیہ قید خانوں کا انکشاف ہوا تفصیلات جان کر سر چکرا جاتا ہے۔

شامی کارکن اور صحافی قتیبہ یاسین کے مطابق دمشق دیہی علاقوں میں واقع الحسینیہ علاقے میں تقریباً 75 ہزار قیدیوں کی لاشوں پر مشتمل 150 اجتماعی قبریں دریافت ہوئی ہیں، ہر ایک گڑھا 20 میٹر گہرا ہے، ان گڑھوں میں لاشوں کو اس طرح دفن کیا گیا ہے کہ پہلے ایک ڈھیر لاشیں ڈالی گئی ہیں اور ان پر مٹی ڈالی گئی ہے، پھران کے اوپر لاشیں ڈالی گئی ہیں پھران پر مٹی ڈالی گئی ہے، ایک گڑھا بھر جانے تک یہی عمل کیا گیا ہے، پھر دوسرا گڑھا، تیسرا، یہاں تک کہ تقریباً 150 ایسے گڈھے ہیں جو مکمل طور پر بھرے جاچکے ہیں، ابتدائی اندازے کے مطابق تقریباً 75 ہزار ہیں، اس قبرستان میں روزانہ تقریبا 400 لاشیں آتی تھیں اور یہ کئی اجتماعی قبروں میں سے ایک ہے، شام کو اس بڑی فائل کو کھولنے اور ان دسیوں ہزار قیدیوں کی لاشیں نکالنے کے لیے اقوام متحدہ کی

* استاذ حدیث دارالعلوم حیدرآباد

تنظیموں کی مدد کی ضرورت پیش آئی، اور وہ ویڈیو تو بہت سوں نے یقیناً دیکھی ہوگی جس میں درجنوں افراد کو آنکھوں پر پٹی ہم باندھ کر لایا جاتا ہے اور ایک گڑھے میں گرا کر گولیاں ماری جاتی ہیں، اور پھر ساری لاشوں کو ٹائروں کے ساتھ آگ لگائی جاتی ہے، شام کی حالیہ تاریخ کا یہ گھناؤنا قتل عام عرب میڈیا میں مجزرہ حی التضامن کے نام سے مشہور ہے، التضامن دمشق کے ایک محلے کا نام ہے، جہاں 16 اپریل 2013 کو مظاہرین کا یہ قتل عام ہوا تھا، بشاری فوج کے اہلکار خاص طور پر فوجی انٹلی جنس دائریکٹوریٹ کی شاخ فرع 227 سے تعلق رکھنے والے سپاہیوں نے 280 سے زائد عام شہریوں کو قتل کیا تھا، ان شہریوں کو دمشق کے ایک الگ تھلگ علاقے میں لے جایا گیا جہاں انہیں ایک اجتماعی قبر کے پاس ایک کے بعد ایک کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، یہ اجتماعی قبر پہلے سے تیار کی گئی تھی جیسا کہ امریکی جریدے نیولائنز میں شائع ہونے والی تفصیلی تحقیق میں انکشاف کیا گیا ہے، بعد میں برطانوی اخبار دی گارڈین نے اس حوالے سے مزید تفصیلی اور جامع تحقیق شائع کی تھی، اس قتل عام کا مرکزی سرغنہ صالح الراس ابومنتجب نامی فوجی افسر تھا جسے بعد میں مقاومتی تحریک کے ذمہ داروں نے گرفتار کرلیا ہے۔

برسوں سے قید قیدیوں کی جب رہائی ہوئی تو ان کا عجیب حال تھا، اور ان سے متعلق حیران کن باتیں سامنے آئیں، ایک قیدی جب رہائی کے بعد کھلی فضا میں آیا تو اسے پہلی مرتبہ معلوم ہوا کہ دنیا میں موبائل فون بھی ایجاد ہوا ہے، وہ 40 سال سے جیل کی کوٹھیوں میں زندگی بسر کر رہا تھا، جب مجاہدین نے جیل کا دروازہ کھول کر قیدیوں سے کہا کہ چلو! تم آزاد ہو تو ایک قیدی کہنے لگا کہ کیا صدام حسین نے اسد خاندان کا خاتمہ کر دیا ہے؟ وہ نہیں جانتا تھا کہ خود صدام حسین دنیا سے جا چکا ہے، وہ 30 سال سے قید تھا، کچھ قیدی ایسے بھی تھے جو جیل ہی میں پیدا ہوئے اور انہوں نے سورج، دھوپ، درخت، گھاس وغیرہ جیل سے رہائی کے بعد پہلی مرتبہ دیکھے، جہاں تک جیل میں دی گئی سزاؤں کا تعلق ہے تو ان کی تفصیلات انتہائی دردناک ہیں، ایسی سزائیں دی گئیں کہ بہت سے قیدی مجنون اور پاگل ہو گئے، ان کو اپنا نام شہر اور علاقہ بھی معلوم نہیں، جیل میں کئی کئی دنوں بلکہ کئی کئی ہفتوں تک کھانا اور پانی نہیں دیا جاتا تھا، بے تاب ہو کر بعض قیدی پیشاب پینے پر مجبور ہو جاتے، جیل میں قیدیوں کے لیے نماز روزہ اور کسی بھی قسم کی عبادت ممنوع تھی، جیل کے اندر ہر وقت آگ کی ایک بڑی بھٹی دہکتی رہتی تھی جسے حافظ الاسد کی جہنم کہا جاتا تھا اور جس قیدی کو اس میں جلانا ہوتا تھا تو کہا جاتا تھا اسد کی جہنم میں خوش آمدید. جیل کے اندر ایسی کلنگ مشین تھی جس میں لاش کو دبا کر خون اور ہڈیوں کو الگ الگ کر کے گٹھڑی میں باندھ کر گڑھوں میں دبا دیا جاتا تھا، قیدیوں کے دانت توڑ دیے جاتے تھے، اور کرنٹ کے جھٹکے دیے جاتے تھے،

بعض قیدیوں کے پیر توڑ کر ان کو دوڑنے کے لیے کہا جاتا تھا، اور کھانے کے لیے مرے ہوئے چوہے دیے جاتے تھے، ہر ہفتہ 20 سے 50 قیدیوں کو پھانسی دی جاتی تھی اور جس کو پھانسی دینی ہوتی اس کو رات بھر پیٹا جاتا تھا، جیل کے اندر نمک کی کان بنا کر رکھی گئی تھی، قیدیوں کو زخمی کر کے نمک پر لٹا دیا جاتا تھا، ایک قیدی نے رہائی کے بعد کہا کہ آج میری اور میرے 50 ساتھیوں کی پھانسی کا دن تھا، لیکن اللہ نے آج ہی مجاہدین کو فتح عطا فرمائی، اور میں اور میرے 50 ساتھی بچ گئے۔

خیر بشار کے مظالم کی داستان کافی طویل ہے لیکن ملک شام میں آیا یہ انقلاب دیگر ممالک میں رونما ہونے والے عام انقلابوں سے مختلف ہے، اور اس کی بنیادی وجہ سرزمین شام کی تاریخی ثقافتی اور مذہبی اہمیت ہے، بقول شاہ نواز سیال کے" شام کی تاریخ درحقیقت آرٹ، ثقافت اور انسانی تعلقات کی دریافت کا سفر ہے، بحیرہ روم کے مشرقی ساحل پر واقع شام کی سرزمین کے ہر قدم پر ایک تاریخ موجود ہے، اسے دنیا کی مختلف تہذیبوں کے ملاپ کی سرزمین اور مشرق ومغرب کے درمیان ایک پل کی حیثیت بھی حاصل ہے، ہزاروں سال سے بحر اوقیانوس اور دریائے فرات کے درمیان کا یہ علاقہ تاریخی تبدیلیوں کا مرکز رہا ہے، شام میں 6 ہزار سال پرانی تاریخ کے آثار اب بھی جگہ جگہ نظر آتے ہیں، یہاں دنیا کی قدیم ترین عمارات اور مذاہب کے آثار بھی ملتے ہیں، شام کے صحرا، وادیاں، ساحل، عبادت گاہیں، نوادرات اور محلات سب اپنے اندر صدیوں پرانی تاریخ سموئے ہوئے ہیں، عیسائیت کی بنیاد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا آغاز بھی شام ہی سے ہوا، دمشق کو طویل عرصے تک اسلامی دارالسلطنت کی حیثیت حاصل رہی، اسپین اور ایشیا تک اسلام کا ابدی پیغام بھی شام ہی سے پہنچا، شام کے دارالحکومت دمشق کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا کا ایسا شہر ہے جو کبھی تباہ و برباد نہیں ہوا، یہی وجہ ہے کہ دمشق شہر کی گلیوں میں جدید اور قدیم کا ایسا امتزاج نظر آتا ہے جو شاید ہی دنیا میں کہیں دیکھا جا سکے، یونانی اور رومن دور میں یہ شہر تہذیب وتمدن کا مرکز رہا، شام کی 82 فیصد آبادی مسلمان ہے، 13 فیصد عیسائی جبکہ بقایا پانچ فیصد آبادی میں دوسرے مذاہب کے افراد شامل ہیں، فرانسیسی اور مغربی حکمرانی کے اثرات شام کی معاشرتی زندگی میں بڑے نمایاں ہیں، آزاد خیال اور جدت پسند لوگوں کی کثرت ہے، اگر جغرافیائی اعتبار سے دیکھیں تو ملک شام کے شمال میں ترکی، مغرب میں بحیرہ روم لبنان، جنوب میں اسرائیل اور اردن، جبکہ مشرق میں عراق واقع ہے، شام کا کل رقبہ ایک لاکھ 85 ہزار 180 مربع کلومیٹر ہے جبکہ مجموعی آبادی دو کروڑ سے زائد ہے، تاریخی اعتبار سے شام ایک قدیم تہذیبی وثقافتی ملک رہا ہے، اپنی زرخیزی کے باعث یہ سرزمین عرب بدوؤں کے لیے پرکشش رہی ہے، دوسری صدی قبل مسیح کے آغاز میں عربوں نے ریاست قائم کر لی تھی،

اور پانچویں صدی عیسوی میں شام کی سرحدوں کی حفاظت کا کام مقامی سرداروں کی ذمہ داری تھا جو کہ نسبتاً عرب اور مذہب کے لحاظ سے عیسائی تھے، 636 عیسوی میں مسلمان شام کے قدیم شہر دمشق میں داخل ہوئے، اوراس علاقے کو فتح کرلیا، 750 عیسوی تک شام میں اموی سلطنت قائم رہی، اسی سال عباسیوں نے اموی سلطنت ختم کر کے شام کا مرکز دمشق سے بغداد منتقل کر دیا، 19 ویں صدی کے شروع تک زیادہ تر حصہ سمانی سلطنت کے ماتحت رہا، 1918 میں فرانسیسیوں اور برطانوی گٹھ جوڑ سے حکومت قائم ہوئی، بعد میں یہ فرانس کے قبضے میں آ گیا اسی سال فیصل بن حسین نے دمشق میں ایک قومی حکومت قائم کی، جس کے تحت شام کے کچھ علاقے لبنان اردن اور فلسطین کے کچھ علاقے شامل تھے، 1921 میں شام چھ ریاستوں میں تقسیم ہوا، اسی اثنا شام دیگر تحریکوں کی مزاحمت کا شکار رہا، جس میں فرانس شام کو طویل مصنوعی آزادی کا دھوکہ دیتا رہا، 1932 میں پہلی دفعہ شام میں آزادی کا اعلان ہوا، لیکن فرانس کی جنگی حکمت عملی اور ہٹ دھرمی شام کی آزادی میں رکاوٹ بن گئی، دوسری جنگ عظیم کے بعد فرانس، برطانیہ و دیگر یورپی ممالک معاشی بدحالی کا شکار ہو گئے، ان تمام ممالک نے محسوس کیا کہ جن پر ہم قابض ہیں ان کو چلانا مشکل ہے، مسلسل معاشی بدحالی کا سامنا ہونے سے فرانس جب یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ اب وہ شام پر مزید حکومت کرنے سے قاصر ہے، تو اس نے شام کو آزادی دینے کا فیصلہ کیا، برطانوی اتحاد جن ممالک پر قابض تھا ان ممالک کو آزادی دے کر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ جان چھڑائی اور خود اپنے اوپر احسان کیا۔" (نوائے وقت ۱۰ ڈسمبر ۲۰۲٤) فرانس سے آزادی کے بعد بھی اہل شام کے برے دن ختم نہیں ہوئے، ملک ایک ظالم کے ہاتھ سے نکل کر دوسرے ظالموں کے ہاتھ چلا گیا، ۷/ اپریل 1948 کو شام ایک علیحدہ مملکت بن گیا، جس کا نظام حکومت صدارتی اور جمہوری طرز کا تھا، 1958 میں مصر اور شام کے اتحاد کے نتیجے میں متحدہ عرب جمہوریہ کا قیام عمل میں آیا، ۳/ستمبر 1961 کو فوج نے بغاوت کردی اور اس نے عرب جمہوریہ اتحاد سے قطع تعلق کرلیا، پھر 1966 کو فوجی حکومت کا تختہ الٹ گیا، 1971 میں جنرل حافظ الاسد صدر بنا، آخر کار سن 2000 میں اپنے تمام تر مظالم کے ساتھ ہمیشہ کے لیے دفن ہو گیا جس کے بعد اس کا بیٹا بشار الاسد کرسی صدارت پر براجمان ہو گیا، بیٹا باپ کا بھی باپ نکلا جس کے مظالم کا سلسلہ تاحال جاری رہا۔

شام کا مصداق:

کتب سیر و مغازی میں جس خطے کو بلاد شام کہا جاتا ہے وہ ایک وسیع علاقے پر محیط ہے، جس میں حالیہ شام (جس کا دارالحکومت دمشق ہے) کے بشمول فلسطین، اسرائیل، لبنان اور اردن شامل ہیں، ملک شام میں مسلمانوں کا سب سے پہلے داخلہ غزوہ موتہ کے سلسلے میں عہد نبوی میں ہوا، فتح شام کی بشارت خود نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی، چنانچہ آپ نے فرمایا تھا کہ عنقریب شام فتح ہو جائے گا۔(مسند احمد ۹ / ۳۷ حدیث ۲۲۳۲۳) اس بشارت نبوی کے مطابق خلافت صدیقی میں فتح شام کا آغاز ہوا، اور دور فاروقی میں وہ مکمل فتح ہوا. اس خطے کا نام شام کیسے پڑا اس سلسلے میں متعدد وجوہات ذکر کیے گئے ہیں، ایک وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ یہ نام حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی مناسبت سے پڑا کیوں کہ اس سرزمین پر قدم رکھنے والے یہ پہلے شخص تھے، عجمی لفظ کی تبدیلی کے سبب لفظ سام کی سین کو شین کر دیا گیا۔(معجم البلدان ۱۱۷ / ۳)

انبیاء کرام کا مسکن:

شام کی مذہبی اہمیت کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ یہ نبیوں اور رسولوں کی سرزمین ہے، انبیاء کرام کی ایک بڑی تعداد نے اسی علاقے کو اپنا مسکن بنایا، حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو عراق سے ملک شام ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا، پھر انہوں نے ملک شام سے مکے کے بے آب وگیاہ صحرا میں اپنی بیوی اور شیر خوار بچے کو چھوڑا اور خدا کے حکم سے ملک شام لوٹ آئے، انبیائے بنی اسرائیل کی ایک بڑی تعداد نے اسی مقدس سرزمین کو آباد کیا، حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلاۃ والسلام کا جائے پیدائش بیت اللحم کا تعلق بھی اسی سرزمین سے ہے.

ملک شام اور قرآن پاک:

یہ وہ مقدس سرزمین ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید میں ایک سے زائد مقامات پر کیا گیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا بڑی بابرکت ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گئی جس کے ارد گرد ہم نے برکت رکھی ہے۔(بنی اسرائیل/۱) بیت المقدس اور اس کے اطراف و اکناف کا علاقہ دراصل قدیم شام ہی کا علاقہ کہلاتا ہے، اس آیت میں اس سرزمین کے لیے"بارکنا حوله" کی تعبیر اختیار کی گئی، اسی طرح ایک اور جگہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا: ہم نے تیز و تند ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا جو ان کے فرمان کے مطابق اسی زمین کی طرف چلتی تھی جہاں ہم نے برکت دے رکھی ہے۔(الانبیاء: ۸۱) اس سے ملک شام ہی کی سرزمین مراد ہے، نیز حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تذکرے کے ضمن میں ایک جگہ یوں ارشاد ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم! اس مقدس زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے نام لکھ دی ہے۔(المائدہ: ۲۱) مقدس سرزمین سے سرزمین شام ہی کی طرف اشارہ ہے، حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مسکن بھی بیت المقدس تھا البتہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دور میں یہ لوگ مصر جا کر آباد ہوئے، ایک اور مقام پر حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد ربانی ہے: ہم ابراہیم اور لوط کو بچا کر اس زمین کی طرف لے گئے جس

میں ہم نے تمام جہان والوں کے لیے برکت رکھی تھی۔(الانبیاء:۱۷) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام عراق سے مقدس سرزمین ملک شام کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے: ہم نے ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کیے جاتے تھے اس سرزمین کے مشرق ومغرب کا مالک بنادیا جس میں ہم نے برکت رکھی ہے۔(الاعراف:۱۳۷) اس سرزمین کی عظمت کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ نے اسے پیغمبروں کے لیے منتخب فرمایا، چنانچہ یہ سرزمین حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت ایوب، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت الیاس، حضرت الیسع، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام جیسے جلیل القدر پیغمبروں کا مسکن رہی ہے، اور بعد میں مدفن بھی بنی، اس طرح یہ سرزمین تینوں آسمانی مذاہب کی حامل اقوام مسلمان، عیسائی اور یہودیوں کے لیے مذہبی تقدس رکھتی ہے۔

نبی آخرالزماں ﷺ کی معراج گاہ:

یہ سرزمین محمد عربی ﷺ کی معراج گاہ بھی ہے، مسجد حرام سے آپ کو بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ لایا گیا، پھر وہاں سے معراج سے سرفراز کیا گیا، علاوہ ازیں نبوت سے قبل آپ ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ ملک شام کا سفر کیا جس کے دوران عیسائی راہب بحیرا سے ملاقات ہوئی اور اس نے آپ کے اوصاف کو پہچان لیا اور ابوطالب سے کہا کہ یہ پیغمبر آخرالزماں ہیں، انہیں واپس لے جائیں، کہیں کوئی انہیں نقصان نہ پہنچادے۔

(سیرت النبی: علامہ شبلی نعمانی)

قیامت کی نشانیاں اور ملک شام:

اس سرزمین کے تقدس کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ قیامت کی بعض بڑی نشانیوں کا ظہور بھی اسی مقدس سرزمین پر ہوگا، چنانچہ حضرت مہدی اسی سرزمین سے مسلمانوں کی قیادت سنبھالیں گے، دمشق کے مشرق میں سفید مینار پر فجر کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، اور پھر وہ امت مسلمہ کی باگ ڈور سنبھالیں گے، نیز دجال اور یاجوج و ماجوج جیسے بڑے فتنوں کی سرکوبی بھی اسی سرزمین پر کی جائے گی، اور اسی علاقے کی سرپرستی میں دنیا کے چپے چپے پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگی، یمن سے نکلنے والی آگ لوگوں کو اسی بابرکت زمین کی طرف ہانک کر لے جائے گی۔

مسلمانوں کا قبلہ اول:

ملک شام اور اس مقدس سرزمین کو ایک فضیلت یہ بھی حاصل ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہم اجمعین نے 16 یا 17 ماہ تک بیت المقدس اور مسجد اقصی کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرمائی، جسے بعد میں تبدیل کیا گیا، عین حالت نماز میں قبلے کی تبدیلی عمل میں آئی، اسی مقدس سرزمین میں مسجد اقصی واقع ہے، جو مسلمانوں کا قبلہ اول ہے، جہاں آپ نے انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی، اور امام الانبیاء کہلائے۔

شام کا ذکر احادیث میں:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ارشادات کے ذریعے اس سرزمین کے تقدس کو خوب اجاگر فرمایا، احادیث شریفہ میں نہ صرف ملک شام کا ذکر آیا ہے بلکہ اس سرزمین کی خصوصیات اور اس کی برکات پر بھی کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔

ایمان کی سرزمین:

ارشاد نبوی ہے: میں نے دیکھا کہ میرے تکیے کے نیچے سے کتاب کا ایک بنیادی حصہ مجھ سے واپس لیا جا رہا ہے، میری نظروں نے اس کا تعاقب کیا ادھر سے نور پھوٹ رہا تھا، میں نے دیکھا کہ وہ شام میں رکھ دیا گیا ہے، پس جب فتنے رونما ہوں گے تو امن شام میں ہوگا۔ (مسند الشامیین لطبرانی: ۳۰۹، مسند احمد: ۱۷۷۷۵) اسی طرح حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس دوران کہ میں سو رہا تھا میں نے دیکھا کہ کتاب اللہ کا ستون میرے سر کے نیچے سے اٹھا لیا گیا، میں نے گمان کیا کہ وہ چلا جائے گا، پس میں نظر باندھ کر اس کو دیکھتا رہا، بس شام کی جانب اس کا رخ کر دیا گیا، ایک اور روایت میں جس کے راوی حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ ہیں یوں وارد ہوا ہے: اس کے آخر میں یہ فرمایا کہ میں نے اس کی تعبیر یہ لی کہ فتنے جب واقع ہوں گے تو امن و امان شام میں ہوگا۔ (فتح الباری ۱۲/۴۰۳) اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ستون کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر یا تو دین ہوتی ہے یا ایسا شخص جس پر اعتماد کیا جاتا ہے، لہذا یہاں مراد دین ہے۔

اللہ کی چنندہ سرزمین:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ملک شام اللہ تعالیٰ کا چنا ہوا شہر ہے، اور وہ اپنے چنے ہوئے بندوں کو اس میں جمع فرما دے گا۔ (معجم کبیر ۸/۵۷۸)

رحمت کے فرشتوں کا گھیراؤ:

یہ وہ سرزمین ہیں جس پر رحمت کے فرشتے اپنے پر پھیلائے رہتے ہیں، چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی

روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم خدمت اقدس میں حاضر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شام کے لیے خوشخبری ہے، بے شک رحمان عزوجل کے فرشتے اس پر اپنے پر پھیلائے رہتے ہیں۔ (سنن ترمذی: ۴۹۷/ ۵)

شام کے لیے برکت کی دعا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شام اور اہل شام کے لیے برکت کی دعا فرماتے ہوئے یوں فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام میں برکت دے اور ہمارے یمن میں برکت عطا فرما، نجد والوں نے عرض کیا اور ہمارے نجد میں بھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر یہی دعا فرمائی، اے اللہ ہمارے شام میں برکت عطا فرما اور ہمارے یمن میں برکت عطا فرما، وہ پھر بولے اور ہمارے نجد میں بھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔ (سنن ترمذی: ۴۹۶/ ۵)

شام کے لیے خوشحالی:

حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شام کے لیے خوشحالی ہے، ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ کس وجہ سے ہے؟ آپ نے فرمایا: رحمن کے فرشتے اس پر اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں۔ (سنن ترمذی: ۲۲۱۷)

شام والوں کے ساتھ رہنے کا حکم:

حضرت ابن حوالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عنقریب ایسی حالت پیش آئے گی کہ تمہارے مختلف لشکر ہو جائیں گے، ایک شام کا لشکر، ایک یمن کا لشکر اور ایک عراق کا لشکر۔ حضرت ابن حوالہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر میں یہ صورتحال پاؤں تو کس کو اختیار کروں؟ ارشاد فرمایا: شام والوں کے ساتھ رہنا، کیوں کہ وہ اللہ کی زمین میں بہتر ہوگی، اور اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو اس میں جمع کر دے گا، اگر تمہیں یہ قبول نہ ہو تو یمن والوں کے ساتھ رہنا اور اپنے حوضوں سے پانی پینا اور اللہ پاک نے شام اور اس کے رہنے والوں کا میری خاطر ذمہ لے لیا ہے۔ (تاریخ ابن عساکر ۷۵/ ۱)

بہترین بندوں کی بہترین زمین:

حضرت ابن حوالہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت یوں وارد ہوئی ہے: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ مجھے بتائیں کہ میں کس علاقے میں رہوں؟ اگر مجھے پتہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ لمبے عرصے تک رہیں گے تو میں آپ کی رفاقت کے علاوہ کہیں اور رہنے کو ہرگز ترجیح نہ دوں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شام کی طرف جاؤ! شام کی طرف جاؤ! جب آپ نے دیکھا کہ مجھے شام پسند نہیں ہے تو آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ اللہ اس بارے میں کیا فرماتا ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شام میری زمینوں میں سے وہ منتخب کردہ زمین ہے جہاں میں اپنے بہترین عابدوں کو داخل کرتا ہوں۔ (رواہ ابوداؤد واحمد)

ایمان والوں کا مسکن:

حضرت سلمہ بن نفیل کندی رضی اللہ عنہ سے نسائی شریف کی صحیح روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایمان والوں کا گھر شام ہے۔ ایک اور روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یاد رکھو کہ اسلام کا مرکز شام میں ہوگا۔ آپ نے اس کو تین بار ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے منتخب لوگوں کو اس جانب لے جائے گا، شام کی جانب رغبت کر کے جانے والا مرحوم اور اس سے اعراض کرنے والا فتنے میں گرفتار ہوگا، شام پر زمانے کے پہلے دن سے اس کے اخیر دن تک شبنم و بارش سے اللہ تعالیٰ کی نظر خاص ہے، اور اگر وہاں کے لوگ مال و دولت سے عاجز بھی ہو جائیں تو روٹی اور پانی سے عاجز نہ ہوں گے۔ (الفتن لحماد ابن نعیم: ۷۱۶)

طائفہ منصورہ کا مقام:

ملک شام کو اس طائفہ منصورہ کا مقام ہونے کا شرف بھی حاصل ہے جس کے ہر دور میں دین حق کے لیے کوشاں اور دشمن کے مقابلے میں غالب رہنے کی خوشخبری حدیث میں دی گئی ہے، چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: میری امت میں سے ایک طبقہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم و دائم رہے گا، ان کو کسی کی تکذیب ومخالفت سے کوئی نقصان نہ ہوگا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (فتح) آجائے۔

(البخاری: ۷۴۶۰)

اہل حق کا مسکن وماوی:

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا ایک طبقہ مسلسل دین پر قائم اور اپنے دشمن کے اوپر غالب رہے گا، جنہیں ان کے مخالف کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے، سوائے اس کے کہ ان کو تنگ دستی یا شدت پہنچے گی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا امر اس حال میں ان کو آجائے گا، صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! وہ لوگ کہاں ہیں؟ فرمایا کہ بیت المقدس اور اس کے اطراف واکناف میں۔ (مسند احمد: ۲۲۳۲۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں ایک جماعت حق کے لیے لڑتی رہے گی اور قیامت تک حق انہی کے ساتھ رہے گا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ملک شام کی طرف اشارہ کیا۔

(سنن ابوداؤد)

دورِ فتن میں شام کی طرف ہجرت کی تلقین:

چوں کہ ملک شام دور فتن میں اہل حق کا ماوی ومسکن ہوگا اس لیے متعدد احادیث میں آخری زمانے میں شام کی طرف ہجرت کرنے کی تلقین کی گئی ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ہجرت مدینہ کے بعد ایک اور ہجرت (ملک شام) کی جانب ہوگی، پس اہل زمین میں سب سے بہترین لوگ وہ ہوں گے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام ہجرت (شام) کو لازم پکڑیں گے، اور باقی زمین میں سب سے بدترین لوگ (کفار وفجار) رہ جائیں گے جن کو ان کی زمینیں پھینک ڈالیں گی، اور اللہ تعالیٰ کی ذات ان سے نفرت کرے گی، اور ان کو ایک آگ (یعنی فتنہ) بندروں اور خنزیروں (یعنی کفار وفجار) کے ساتھ جمع کر دے گی۔ (سنن ابوداؤد:۲۴۸۲) حدیث بالا میں پہلی ہجرت سے ہجرت مدینہ مراد ہے اور دوسری ہجرت سے بقول علامہ خطابی کے شام کی ہجرت مراد ہے۔ (معالم السنن:۲۳۵/۲) ملا علی قاریؒ نے بھی یہی مراد لیا ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ایک ہجرت شام کی جانب ہوگی اس ہجرت کے بعد جو مدینے کی جانب ہو چکی ہے۔ (مرقات المفاتیح:۴۰۰۴/۹)

فتنوں کے زمانے میں امن کا مقام:

ایک روایت میں فتنوں کا تذکرہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب فتنے واقع ہوں تو شام میں امن ہوگا۔ (فتح الباری۴۰۲/۱۲)

غنائم اور رزق کی سرزمین:

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے میرا رخ شام کی طرف کیا ہے، اور میری پیٹھ یمن کی طرف اور مجھے کہا ہے: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے تمہارے سامنے غنیمتوں اور رزق کو رکھا ہے، اور تمہارے پیچھے مدد رکھی ہے۔ (سنن ترمذی)

حشر ونشر کی سرزمین:

شام وہ زمین ہے جہاں آخری بار جمع کیا جائے گا اور جہاں محشر سجے گا۔ (الجامع الصغیر:۶۰۳۹) ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے قریب یمن سے ایک آگ نکلی نکلے گی جو لوگوں کو اسی بابرکت سرزمین شام کی طرف ہانک کر لے جائے گی، اور سب مؤمنین اس مقدس سرزمین میں جمع ہو جائیں گے۔

ایک اور حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الشام ارض المحشر. شام کی سرزمین ہی سے

حشر قائم ہوگا۔(مسند احمد سنن ابن ماجہ)

اہل شام کا فساد:

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: اگر اہل شام میں فساد برپا ہو جائے تو پھر تم میں کوئی خیر نہیں ہے، میری امت میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت رہے گی جس کو اللہ تعالی کی مدد حاصل ہوگی، اور اس کو نیچا دکھانے والے کل قیامت تک اس جماعت کو نقصان نہیں پہنچا سکتے ہیں۔(سنن ترمذی سنن ابن ماجہ معجم طبرانی)

ملک شام کا شہر غوطہ مومنوں کا مرکز ہوگا:

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنگ عظیم کے وقت مسلمانوں کا خیمہ شام کے شہروں میں سب سے اچھا شہر دمشق کے قریب الغوطہ کے مقام پر ہوگا۔(سنن ابوداؤد، مستدرک حاکم) ایک اور روایت میں یوں آیا ہے: قتل کرنے کے دن (یعنی جنگ میں) مسلمانوں کا خیمہ الغوطہ میں ہوگا جو دمشق کے قریب واقع ہے۔(مسند احمد سنن ابوداؤد) حضرت عوف ابن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جبکہ آپ ایک چھوٹے سے خیمے میں موجود تھے، رسول اللہ ﷺ نے اس وقت مجھے قیامت کی چھ نشانیاں بتائیں ١-میری موت ٢-بیت المقدس کی فتح ٣-میری امت میں اچانک اموات کی کثرت ٤-میری امت میں فتنہ جوان میں بہت زیادہ گھر کر جائے گا۔ ٥-میری امت میں مال و دولت کی فراوانی ہوگی، تمہارے اور بنی اصفر (یعنی صہیونی طاقتوں) میں جنگ ہوگی، ان کی فوج میں 80 ٹکڑیاں ہوں گی اور ہر ٹکڑی میں 12 ہزار فوجی ہوں گے، اس دن مسلمانوں کا خیمہ الغوطہ نامی جگہ میں ہوگا، جو دمشق شہر کے قریب میں واقع ہے۔(معجم طبرانی)

دجال کی ہلاکت کی زمین:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان دائیں جانب ہے اور کفر مشرق کی جانب ہے، گھوڑوں اور اونٹوں والوں میں غرور و تکبر پایا جاتا ہے، اور مسیح الدجال مشرق سے آئے گا، پھر فرشتے اسے شام کی طرف بھگا دیں گے، اور پھر ادھر اسے ہلاک کر دیا جائے گا۔(سنن ترمذی)

شام والے غالب رہیں گے:

حضرت معاویہ ابن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے منبر پر بیان کیا کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم کو قائم رکھے گا، انہیں رسوا کرنے یا ان کی مخالفت کرنے والا

انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ اللہ پاک کا حکم اور فیصلہ آجائے اور وہ لوگوں پر غالب رہیں گے، یہ روایت سن کر مالک بن یخامر نے کھڑے ہوکر عرض کیا: امیرالمومنین! میں نے حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا ہے کہ اس گروہ سے مراد اہل شام ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اونچی آواز میں فرمایا: یہ مالک گمان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ اس فرمان رسول میں گروہ سے مراد اہل شام ہیں۔ (مسند احمد: ۳۲/۶)

صحابہ وتابعین اور نیک بندوں کا مدفن:

سرزمین شام کے انہی فضائل کی وجہ سے حضرات صحابہؓ وتابعینؒ کی ایک بڑی جماعت نے اسی سرزمین میں پیوند خاک ہونا مناسب سمجھا، شام اور اس کے اردگرد کے خطوں میں جہاد کرنا صحابہؓ کو سب سے زیادہ پسندیدہ تھا، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بعد اگر کوئی خطہ ایسا ہے جہاں صحابہ کرامؓ کی بڑی تعداد مدفون ہے تو وہ بلاد شام ہے، یہاں جگہ جگہ حضرات انبیاء علیہ السلام بھی مدفون ہیں، نیز صحابہؓ، تابعین و تبع تابعینؒ اور ان کے بعد کے ادوار کے حضرات اولیاء کرام وائمہ عظام وشہداء اور سلاطین بڑی تعداد میں مدفون ہیں۔

حضرت شیخ الہندؒ کی کثرتِ عبادت

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی رحمہ اللہ (جن کے بارے میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ لوگ ان کو ''شیخ الہند'' کہتے ہیں حالاں کہ وہ ''شیخ العالم'' تھے) کے قدمِ مبارک ایک مرتبہ کثرتِ عبادت کی بنا پر ورم کر گئے تو اس پر خوش ہوکر فرمایا کہ آج ایک سنت (حتی تورمت قدماه ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدمہائے مبارک کثرتِ قیام کی بنا پر ورم کر جایا کرتے تھے''۔) پر اتباع نصیب ہوا ہے۔

(ملفوظاتِ فقیہ الامت: ج۱، ص: ۱۰۶)

گوشۂ سیرت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر معراج پر

از: مرتب*

حضرت مالک بن صعصعہؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں خانہ کعبہ کے پاس لیٹا ہوا تھا، اتنے میں سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ ''یہ تینوں میں سے ایک ہے جو دونوں کے درمیان میں (لیٹے ہوئے) ہیں، فرمایا: کہ وہ شخص مجھے ساتھ لے کر چل پڑا، پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جس میں زمزم رکھا تھا، میرا سینہ چاک کرکے قلب نکالا گیا، اور زمزم کے پانی سے دھوکر پھر اسی جگہ رکھ دیا گیا، پھر ایک سفید رنگ کا بُراق لایا گیا جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا، (اس کی رفتار ایسی تھی کہ) منتہاءِ نظر پر اس کا قدم پڑتا تھا، مجھے اس پر سوار کیا گیا ہے اور میرا رفیقِ سفر ساتھ تھا جو مجھ سے کبھی جدا نہ ہوتا تھا، ہم چلتے رہے یہاں تک کہ جب ہم سمائے دنیا پر پہونچے، جبرئیل نے دروازہ کھلوایا تو معلوم کیا گیا کون ہے؟ کہا: جبرئیل! پوچھا: ساتھ میں کون ہے؟ بتایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) پوچھا کہ: کیا وہ مدعو ہیں؟ کہا: ہاں! ہمارے لئے دروازہ کھولا گیا، اہل سماء نے ہمارا استقبال کیا، کہا کہ آیئے آیئے! تشریف لایئے! آپ کی آمد سے بڑی فرحت ہوئی، پھر میں آدم علیہ السلام کو دیکھا، جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ بتایا کہ: یہ آپ کے والد آدم علیہ السلام ہیں، میں نے سلام کیا تو فرمایا: مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح خوش آمدید! اے نیک بیٹے! اور اے صالح نبی! پھر ہم وہاں سے چلے اور دوسرے آسمان پر پہونچے، وہاں بھی پہلے کی طرح سوال وجواب ہوئے، اور اطمینان کرکے دروازہ کھول دیا گیا، (ساتوں آسمانوں پر یہی سوال وجواب ہوتے رہے) وہاں حضرت عیسیٰ ویحییٰ علیہما السلام سے میری ملاقات ہوئی، میں نے ان کو سلام کیا۔ پھر ہم آگے بڑھے اور تیسرے آسمان پر پہونچے، وہاں حضرت یوسف علیہ السلام تھے، جبرئیل نے بتایا کہ یہ آپ کے بھائی یوسف علیہ السلام ہیں، میں نے ان کو سلام کیا۔ پھر ہم آگے بڑھے اور چوتھے آسمان پر پہونچے، وہاں حضرت ادریس علیہ السلام مِلے، میں نے ان کو سلام کیا۔ پھر ہم آگے بڑھے اور پانچویں آسمان پر پہونچے، وہاں حضرت ھارون علیہ السلام نظر آئے، میں نے ان کو سلام کیا۔ پھر ہم آگے بڑھے اور چھٹے آسمان پر پہونچے، وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، میں نے ان کو سلام کیا تو جواب میں فرمایا: مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح، اے نیک بھائی اور اچھے

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

پیغمبر! تشریف لائیے تشریف لائیے۔ (دوسرے آسمان سے چھٹے آسمان تک سبھی پیغمبروں نے انہی کلمات سے سلام کا جواب دیا اور پُرتپاک استقبال کیا) پھر جب میں اُن سے آگے بڑھا تو وہ رونے لگے، غیب سے آواز آئی تم کیوں رُو رہے ہو؟ تو کہا: اے پروردگار! یہ نوجوان میرے بعد مبعوث ہوا ہے، اس کی امت میری اُمت سے زیادہ جنت میں جائے گی۔ پھر ہم آگے بڑھے اور ساتویں آسمان پر پہونچے، وہاں جدامجد حضرت ابراھیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، میں نے ان کو سلام کیا تو جواب میں فرمایا: مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح، اے نیک بیٹے اور اچھے پیغمبر! آؤ، تمہارا آنا مبارک ہو۔ پھر بیت المعمور تک رسائی نصیب ہوئی، میں نے پوچھا جبرئیل! یہ کیا ہے؟ کہا: کہ یہ بیت المعمور ہے، ہر دن ستر ہزار فرشتے اس میں داخل ہوتے ہیں اور جب باہر آتے ہیں تو دوبارہ کبھی لوٹ کر نہیں آتے (یعنی اُنھیں دوبارہ حاضری کا موقع ہی نہیں ملتا۔) پھر مجھے سدرۃ المنتھیٰ تک بلند کیا گیا، اس درخت کے پتے ہاتھی کے کانوں کے مثل تھے، اور اس کے پھل قبیلہ ہجر کے مٹکوں کے مثل تھے، وہاں میں نے چار نہریں دیکھیں، اور اُن سے دو باطنی نہریں اور دو ظاہری نہریں نکل رہی ہیں، میں نے پوچھا: جبرئیل! ان نہروں کا کیا قصہ ہے؟ انہوں نے بتایا کہ جو باطنی نہریں ہیں وہ دونوں جنت کی نہریں ہیں، اور دو ظاہری نہریں ہیں وہ نیل اور فرات ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے دو پیالے دیئے گئے ایک شراب کا، دوسرا دودھ کا، میں نے دودھ کو لے لیا، کسی نے کہا: آپ نے درست انتخاب کیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ آپ کی امت کو فطرت پر ڈال دیا ہے، (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:) مجھ پر دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں، میں اُس حکم کو لے کر وہاں سے واپس ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، آپ نے پوچھا: کیا حکم ملا؟ میں نے بتایا کہ دن بھر میں پچاس نمازیں پڑھنے کا حکم ہے، تو فرمایا: کہ میں آپ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں، اور بنی اسرائیل کی بہت تربیت کی، یقین مانیے! آپ کی امت اتنی نمازیں نہیں پڑھ سکتی، آپ اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے، میں واپس گیا پانچ نمازیں کم کردی گئیں، اسی طرح میں اپنے رب اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان آتا جاتا رہا، جب بھی واپس آتا حضرت موسیٰ علیہ السلام وہی بات فرماتے، یہاں تک کہ جب پانچ نمازیں لے کر واپس لوٹا تو پھر وہی بات فرمائی کہ آپ کی امت سے یہ بھی نہ ہو سکے گا اور تخفیف کروا لیجئے، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ میں اپنے رب کے حضور تخفیف کے لئے بار بار جاتا آتا رہا اب مجھے حیا آتی ہے، میں اس سے راضی ہوں اور اس کے آگے سرِ تسلیم خم کرتا ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: کہ غیب آواز آئی کہ میں نے اپنا فریضہ اتنا ہی طے کر دیا اور اپنے بندوں کے لئے تخفیف کر دی، اور ہر نیکی کا بدلہ دس گنا طے کر دیا۔

(دلائل النبوۃ: ۲/ ۲۷۴ تا ۲۷۷)

گوشہ خواتین

ستر اور حجاب کا حکم

از: حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ العالی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر عقل کا نور عطا کیا ہے، اسی عقلِ سلیم کی وجہ سے انسان اور حیوان کی زندگی میں بنیادی فرق ہے، کھانا پینا اور بیوی بچے والے کام میں انسان اور حیوان سب برابر ہیں، مکان بنا کر رہنے میں بھی کوئی خاص فرق نہیں ہے، انسانی ضروریت زیادہ ہیں لہٰذا اُسے پُرتعیش فلک بوس عمارات کی ضرورت ہوتی ہے، جبکہ جانوروں کی زندگی سادہ ہے، ان کے رہنے کی جگہیں بھی معمولی ہوتی ہیں، چڑیا گھونسلا بنا کر رہتی ہے، سانپ بلوں میں گھستا ہے، تو شیر کچھار میں آرام کرتا ہے، رہ گئی بات آپس کے رہن سہن کی تو اس میں جانور انسان سے پیچھے نہیں ہے، چیونٹیوں کی زندگی میں اتفاق واتحاد کی اعلیٰ مثال ہے، شہد کی مکھیوں میں آداب سلطانیہ کی انتہا ہے، پرندوں کی زندگی میں ذکر وعبادت ہے؛ البتہ ایک بات ایسی ہے کہ جس میں انسان کو حیوان پر فوقیت حاصل ہے، وہ شرم وحیا والی صفت ہے۔ اسی صفت کی وجہ سے انسان پاک دامنی کی زندگی گزارتا ہے اور اپنے مالک کی قدم قدم پر فرمانبرداری کرتا ہے، اسی شرم وحیا والی صفت کا تقاضا ہے کہ انسان دوسروں کے سامنے آنے کے لیے اپنی شرمگاہ کو چھپائے۔

چنانچہ تاریخِ انسانیت اس حقیقت کی غمازی کرتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ کو جنت میں لباس عطا کیا گیا تھا، جب شجر ممنوعہ کا پھل کھایا تو جنتی پوشاک اتار لی گئی، دونوں نے فوراً اپنے جسم کے پوشیدہ حصوں کو درخت کے پتوں سے ڈھانپ لیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ** ط (الاعراف: ۲۲) اور وہ دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے لگے۔

ستر کا پس منظر

جسم کے پوشیدہ اعضاء کو چھپانے کے لیے عربی میں عورت اور اردو فارسی میں ستر کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اولادِ آدم شروع زمانے سے ہی اپنے ستر کو چھپاتی چلی آ رہی ہے، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب عقل و شعور میں پختگی آئی اور انسان نے معاشرتی آداب واخلاق کو اپنایا تو اس کے لباس میں اور زیادہ شائستگی آتی گئی۔

چنانچہ تمام ادیانِ عالم نے انسان کو مہذب لباس پہننے کی تعلیم دی، عیسائیت میں اگر عورت کے لباس پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ ستر ہی نہیں چھپاتی تھی بلکہ ہاتھ پاؤں اور چہرے کے سوا باقی تمام جسم کو کپڑوں سے چھپاتی تھی، کلیسا میں زندگی گزارنے والی عیسائی عورت آج بھی اسی لباس میں ملبوس نظر آتی ہے، معلوم ہوا کہ اعضاءِ مستورہ کو چھپانا طبعی عقلی اور شرعی ہر لحاظ سے لازمی ہے، تمام انبیاء کرام کی شریعتوں میں یہ فرض رہا ہے۔

حجاب کا پس منظر

دین اسلام کامل مکمل، ضابطہ حیات ہے، لہٰذا دین اسلام نے حیا کو ایمان کا حصہ قرار دیا ہے، حیا کا تقاضہ ہے کہ معاشرے میں سے عریانی وفحاشی کو یکسر ختم کر دیا جائے، اسلام نے زنا کو حرام قرار دیا تو فرمایا: (زنا کے قریب بھی نہ جاؤ)۔ شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت تک کے انسانوں کو اپنے چشمۂ صافی سے فیض یاب کرنا تھا۔ لہٰذا اس میں جن کاموں کو حرام قرار دیا گیا ان کے ذرائع کو بھی ممنوع فرما کر شیطان کے داخلے کا ہر سوراخ بند کر دیا، مثلاً:

- ✷ شراب کو حرام قرار دیا تو اس کے بنانے، بیچنے، خریدنے اور کسی کو دینے کو بھی حرام قرار دیا۔
- ✷ سود کو حرام قرار دیا تو معاملات فاسدہ سے حاصل ہونے والے نفع کو بھی سود کی طرح مال خبیث قرار دیا
- ✷ شرک کو حرام قرار دیا تو تصویریں بنانے اور بت تراشنے کو بھی حرام قرار دیا۔
- ✷ زنا کو حرام قرار دیا تو اجنبی عورت کو دیکھنے، چھونے، شہوت بھرا کلام کرنے اور دل میں خیال جمانے کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ بے پردگی ہی زنا کا سبب بنا کرتی ہے، اسی لیے دین اسلام نے عورت کو حجاب میں رہنے کا حکم دیا، قدسی نفوس نے تو حجاب کی اہمیت کو از خود محسوس کر لیا: چنانچہ سن پانچ ہجری میں حضرت عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: **یَارَسولَ اللہ یَدْخُلُ علیکَ البَرُّ والفَاجِرُ فَلَوأَمَرْتَ أُمهاتِ المؤمنین بالحِجَابِ۔ فَانزل اللہُ آیةَ الحِجابِ** (بخاری: 4790)

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے پاس نیک اور گنہگار آتے ہیں تو اگر آپ ازواجِ مطہرات کو پردے کا حکم فرمائیں تو اچھا رہے گا۔ اس پر پردے کی آیات نازل ہوئیں۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے معارف القرآن میں لکھا ہے کہ: حجاب سے متعلق قرآن مجید کی سات آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی 70 احادیث ہیں۔ حجاب سے مراد یہ ہے کہ حتی الوسع عورت گھر میں ہی رہے اگر کسی ضرورت کے تحت نکلنا پڑے تو اپنے جسم اور زیب وزینت کو چادر برقعے کے ذریعے غیر محرم سے چھپائے۔

سترعورت اور حجاب کا موازنہ

بس سترِ عورت یعنی پوشیدہ اعضاء کو چھپانا اور حجاب دو الگ الگ مسائل ہیں، ان کا موازنہ درج ذیل ہے:

سترِ عورت	حجاب
✷ سترعورت تمام شریعتوں میں فرض رہا ہے۔	✷ حجاب کا حکم امت محمدیہ کو سن پانچ ہجری میں ملا ہے۔
✷ سترعورت خلوت وجلوت دونوں میں ضروری ہے۔	✷ حجاب عورت کے لیے غیر مردوں کے سامنے لازم ہے۔
✷ سترعورت مردوں اور عورتوں دونوں پر لازم ہیں۔	✷ حجاب کا حکم فقط عورت پر فرض ہے۔
✷ سترعورت شرم وحیا کی ابتداء ہے۔	✷ عورت کا حجاب شرم حیاء کی انتہا ہے۔

(بقیہ صفحہ: ۸ سے)

اس کا صحیح استعمال کرنا انسان کی عقلمندی و دانشمندی کی علامت ہے، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیث پاک کے چوتھے جملے میں فرمارہے ہیں کہ جو وقت ملا ہوا ہے اس کو مشاغل وتفکرات کے آنے سے پہلے غنیمت سمجھ کہ اس میں نیک اعمال کی کوشش اور جدوجہد انسان کو کرنا چاہیے؛ تاکہ جب موقع نہ ملے تو انسان صرف پچھتاوے اور افسوس میں نہ رہ جائے۔

۵) اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے غنیمت سمجھو، زندگی اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہے، اگر انسان اسی کی قدر کرنا سیکھ لے تو پھر اس کے لیے اوپر مذکور چاروں باتوں کو سمجھنا بھی آسان ہو جائے گا، اور یہ بھی ذہن میں ہر وقت تازہ رہے کہ زندگی بھی ہمیشہ رہنے والی شے نہیں ہے، کسی نہ کسی وقت اس کو بھی فنا ہے، اس لیے اس فنا کے وقت کے آنے سے پہلے اللہ کی دی ہوئی زندگی کو غنیمت سمجھ کر نیک اعمال میں خرچ کر کے اللہ کو راضی اور خوش کرنے والا بن جائے۔

خلاصہ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث مذکور میں جن باتوں کی طرف نشاندہی فرمائی ہے اگر انسان اس کی قدر کر کے اس پر صحیح طریقے سے عمل پیرا ہو تو پھر اس کے لیے کسی مرحلے کے بعد آنے والے مرحلے میں (جس کا آنا یقینی ہے) انشاء اللہ کوئی افسوس حسرت اور کوئی شرمندگی اور ندامت کا سامنا کرنا نہیں پڑے گا۔

اللہ پاک اپنی سب نعمتوں کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اصلاحی مضامین

فتنۂ دجّال اور اس سے حفاظت کی تدابیر

از: حضرت اقدس بحر العلوم، نعمت اللہ اعظمی دامت برکاتھم العالیہ

قیامت کے وقوع کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے، قیامت کا معاملہ بڑا سنگین اور ہولناک ہوگا، خدائے ذو الجلال نے اپنے فضل وکرم سے قیامت کی کچھ علامات اور نشانیاں مقرر کی ہیں؛ تاکہ لوگ اللہ کی طرف رجوع کریں اور حساب وکتاب کی تیاری کر لیں۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت اُس وقت تک قائم نہ ہوگی، جب تک کہ تیس کے قریب جھوٹ بولنے والے دجّال پیدا نہ ہو جائیں۔ اُن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔' یہ مضمون حضرت ثوبان، حضرت علی، حضرت ابن عمر اور حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث میں بھی مذکور ہے۔

دجّال کے معنیٰ ومطلب

دجّال کا لفظ عربی زبان میں جعل ساز، ملمّع ساز، فریبی، جھوٹے اور گمراہ کُن شخص کے لیے استعمال ہوتا ہے، جب کہ دجل کے معنیٰ کسی نقلی چیز پر سونے کا پانی چڑھانے کے ہیں۔ دجّال کا نام دجّال اسی لیے رکھا گیا ہے کہ جھوٹ، فریب، دھوکا دہی، غلط بیانی اور دُنیا کی تمام تر خباثتیں اس کی مکروہ شخصیت کے نمایاں ترین وصف ہیں۔ اس کا ہر فعل، ہر عمل، ہر قول فتنہ وفساد کا سبب ہوگا۔ حضرت ابو قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ہشام بن عامرؓ سے سُنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت آدمؑ سے لے کر قیامت تک کوئی مخلوق (فتنہ فساد میں) دجّال سے بُری نہ ہوگی۔'' (صحیح مسلم، 7395، 7396)

دجّال کا حُلیہ

مختلف احادیثِ مبارکہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجّال کا جو حُلیہ بیان فرمایا، وہ اس طرح ہے:

''پستہ قد، بھاری بھرکم جسم اور مکروہ چہرے پر اُلجھے ہوئے بے ترتیب گھنگھریالے بالوں والا ایک شخص، جس کی دائیں آنکھ کانی اور بے نور ہوگی، اور بائیں آنکھ کی پتلی ابھری ہوئی باہر کو نکلی ہوئی ہوگی، جیسے انگور کا اُبھرا ہوا دانہ، دونوں آنکھیں ہی عیب دار ہوں گی، اسی لئے احادیث میں اعور الیمنی اور اعور الیسری دونوں

* استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

طرح کے الفاظ ہیں، دجال کا رنگ سُرخ اور دونوں آنکھوں کے درمیان یعنی پیشانی پر ک ف ر (کافر) لکھا ہوگا، جس کو ہر مومن پڑھ لے گا، خواہ وہ لکھنا پڑھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو"۔

دجال کا ظہور

متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک شام میں لڑائی ہوگی پھر صلح ہو جائے گی مگر یہ صلح زیادہ دن تک باقی نہ رہے گی، اس کے بعد یورپ سے نو لاکھ ساٹھ ہزار فوجی لڑنے کے لئے آئیں گے اور مقام غوطہ میں مسلم فوجوں کے ساتھ لڑائیاں ہوں گی اسی دوران دجال کا خروج اصفہان سے ہوگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "دجّال اصفہان کی یہودی بستی سے ظاہر ہوگا، اس کے ساتھ ستّر ہزار یہودی ہوں گے۔ انھوں نے سبز رنگ کی شالیں کندھوں پر ڈال رکھی ہوں گی۔" دجال مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ بھی جانے کی کوشش کرے گا لیکن اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ اس کو ان دونوں مقدس شہروں میں جانے سے روک دے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو دجال کی خبر سن لے وہ اس سے دور رہے۔ اللہ کی قسم! آدمی اپنے آپ کو مومن سمجھ کر اس کے پاس آئے گا اور پھر اس کے پیدا کردہ شبہات میں اس کی پیروی کرنے لگے گا۔ (سنن ابی داؤد: 4319)

دجال کے قیام کی مدت

صحیح مسلم میں حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زمین میں اُس کے رہنے کی مدّت چالیس دن ہوگی، ان میں سے ایک دن ایک سال کی طرح ہوگا، ایک دن ایک مہینے کی طرح ہوگا اور ایک دن ایک ہفتے کی طرح۔ اس کے علاوہ باقی سارے دن تمہارے دنوں کی طرح ہوں گے۔" صحابہ نے عرض کیا "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ دن جو ایک سال کی طرح ہوگا، کیا اس میں ہمارے لیے ایک دن کی نماز کافی ہوگی؟" فرمایا "نہیں، بلکہ وقت کا اندازہ کر کے پورے سال کی نمازیں ادا کرنا ہوں گی۔" اس کی تفصیل مستقل الگ سے لکھی جائے گی۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ زمین میں کس قدر سرعت کے ساتھ سفر کرے گا؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اُس بادل کی طرح، جس کے پیچھے ہوا لگی ہو۔ وہ ایک قوم کے پاس جائے گا۔ انھیں دعوت دے گا۔ وہ اس پر ایمان لائیں گے اور اس کی باتیں مانیں گے، تو وہ آسمان (کے بادل) کو حکم دے گا، تو وہ پانی برسانے لگے گا۔ پھر وہ زمین کو حکم دے گا، تو وہ فصلیں اُگائے گی۔ شام کے اوقات میں اُن کے جانور (چراگاہوں سے) واپس آئیں گے، تو ان کے کوہان سب سے زیادہ اُونچے اور تھن دُودھ سے بہت بھرے ہوئے ہوں گے۔ پھر دجّال ایک اور قوم کے پاس جائے گا اور انھیں بھی دعوت دے گا،

لیکن وہ اس کی بات کو ٹھکرا دیں گے تو وہ قحط کا شکار ہو جائیں گے۔ اُن کے مال مویشی میں سے کوئی چیز ان کے ہاتھ میں نہیں ہوگی۔ وہ ویران زمین کے پاس سے گزرے گا تو اس سے کہے گا کہ اپنے خزانے باہر نکال دے۔ چناں چہ زمین سے وہ خزانے نکل کر اس کے پیچھے اس طرح لگ جائیں گے، جس طرح شہد کی مکّھیاں اپنی سردار کے پیچھے ہو لیتی ہیں۔ دجال زمین میں ہر ایک شہر اور بستی میں جائے گا لیکن وہ مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا، حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے علاوہ کوئی ایسا علاقہ نہیں ہوگا جسے دجال نہ روند سکے، مکہ اور مدینہ کے ہر راستے پر فرشتے ننگی تلواریں سونتے ہوئے پہرا دیں گے، پھر مدینہ اپنے مکینوں کے ساتھ تین مرتبہ ہلے گا تو اللہ تعالیٰ ہر کافر اور منافق کو مدینہ سے نکال دے گا۔) (صحیح بخاری/1881)

مدینہ منورہ کی طرف جانے سے پہلے یہ واقعہ بھی پیش آئے گا کہ دجال ایک جوان کو بُلائے گا اور تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دے گا اور دونوں ٹکڑے اس قدر فاصلے پر کر دیئے جائیں گے، جس قدر تیر مارنے والے اور نشانے کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے۔ پھر وہ اسے بُلائے گا، تو وہ (زندہ ہو کر) دمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنستا ہوا آئے گا۔ اور کہے گا کہ اب تو مجھے اور پختہ یقین ہو گیا کہ تو ہی دجال ہے دجال پھر اس کو دوبارہ قتل کرنا چاہے گا مگر اب اسے اس پر قدرت نہ ہوگی۔

مصنوعی جنّت اور دوزخ

شیطان کی طرح اللہ تعالیٰ نے دَجّال کو بھی قوانینِ قدرت میں سے چند چیزوں سے نوازا۔ وہ جب نمودار ہوگا، تو اس کے ساتھ مصنوعی جنّت و دوزخ ہوگی۔ حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ’’دَجّال اپنے ساتھ جنّت اور دوزخ کی شبیہ بھی لائے گا۔ درحقیقت جسے وہ جنّت کہے گا، وہ آگ ہوگی اور جسے وہ جہنّم کہے گا، وہ دراصل جنّت ہوگی۔‘‘ (صحیح بخاری، 3338)۔ حضرت حذیفہ ؓ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ ’’جب دَجّال نکلے گا، تو اُس کے ساتھ آگ اور پانی دونوں ہوں گے، لیکن لوگوں کو جو آگ دکھائی دے گی، وہ ٹھنڈا پانی ہوگا اور جو ٹھنڈا پانی دکھائی دے گا، وہ جلانے والی آگ ہوگی، تو تم میں سے جو کوئی اُس کے زمانے میں ہو، تو اُسے اُس میں گرنا چاہیے، جہاں آگ ہو، کیوں کہ وہ انتہائی شیریں اور ٹھنڈا پانی ہوگا۔‘‘ (صحیح بخاری، 3450)۔

دجال کے جھوٹے ہونے کی علامات

(1) وہ لوگوں کی آنکھوں سے نظر آ رہا ہوگا (حالاں کہ تم اپنے رب کو مرنے سے پہلے نہیں دیکھ سکتے)۔

(2) وہ کانا ہوگا حالاں کہ تمھارا رب کانا نہیں ہوسکتا ہے۔ (3) اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان "کافر" لکھا ہوگا جس کو ہر مومن پڑھ لے گا، خواہ وہ لکھنا پڑھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔

دجّال کا سحر

حضرت اسماءؓ بنتِ یزید سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ آپؐ کے گھر میں موجود تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، ''ظہورِ دجّال سے تین سال قبل آسمان ایک تہائی پانی اور زمین ایک تہائی فصل روک لیگی۔ جب دُوسرا سال آئے گا، تو آسمان دو تہائی پانی اور زمین دو تہائی فصلیں روک لے گی۔ پھر جب تیسرا سال شروع ہوگا، تو آسمان مکمل طور پر اپنا پانی اور زمین مکمل طور پر اپنی فصلیں روک لے گی۔ ٹاپوں والے اونٹ اور کُھروں والی گائیں، بیل، بھیڑیں، بکریاں، گھوڑے اور گدھے سب ہلاک ہوجائیں گے۔ اتنے میں ادھر دجّال پہنچ کر ایک دیہاتی شخص سے کہے گا، ''اگر مَیں تمہاری اونٹنیوں کو فربہ اور دُودھ سے بھرے تھنوں کی صُورت میں پیدا کر کے دکھاؤں تو کیا تم مان لو گے کہ میں تمہارا ربّ ہوں؟'' وہ کہے گا، ''ہاں بالکل۔'' اس کے بعد شیطان اُس شخص کے اونٹوں کی شکل اختیار کرے گا، تو وہ شخص اس کے پیچھے لگ جائے گا۔ اسی طرح وہ دجّال ایک اور شخص سے کہے گا کہ ''اگر میں تمہارے باپ، بیٹے اور تم اپنے خاندان کے جن لوگوں کو پہچانتے ہو، سب کو زندہ کردوں، تو کیا تم یقین کرلو گے کہ میں تمہارا ربّ ہوں؟'' وہ کہے گا، ''ہاں بالکل۔'' پھر دجّال شیطانوں کو ان لوگوں کی شکل میں پیش کردے گا۔ اس طرح وہ بھی اس کے پیچھے چلا جائے گا۔'' اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باہر تشریف لے گئے اور گھر میں موجود سب لوگ رونے لگے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واپس تشریف لائے، تو ہم سب رو رہے تھے۔ آپؐ نے پوچھا، ''تم لوگ کیوں رو رہے ہو؟'' مَیں (اسماء) نے کہا۔ ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپؐ نے دجّال کے متعلق جو کچھ بیان فرمایا، اسے سُن کر رونا آگیا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ، ''اس وقت اہلِ ایمان کو کھانے پینے کی جگہ تکبیر، تسبیح اور تحمید کرنا کافی ہوگا۔'' پھر آپؐ نے فرمایا، ''تم لوگ مت روؤ، کیوں کہ اگر میری موجودگی میں دجّال کا ظہور ہوگیا، تو مَیں اس کا مقابلہ کرلوں گا اور اگر میرے بعد ہوا، تو ہر مسلمان کا خلیفہ اللہ تعالیٰ خود ہوگا۔'' (مسندِ احمد، 27568)۔

دجال کا خاتمہ

موجودہ زمانہ کا استنبول (قسطنطنیہ) مسلمانوں کے ہاتھ سے چلا جائے گا اور پھر غوطہ کی لڑائی سے فارغ ہونے کے بعد اہل مدینہ اور دیگر مسلمانوں کے ہاتھوں وہ (قسطنطنیہ) فتح ہوگا، اور جس وقت مسلمان مال غنیمت کو تقسیم کررہے ہوں گے تو اچانک شیطان چیخ مار کر کہے گا: تمہارے بعد تمہارے گھروں میں مسیح دجال پہنچ گیا

ہے، مسلمان وہاں سے نکل پڑیں گے، حالانکہ یہ خبر غلط ہوگی، جب یہ ملک شام پہنچیں گے تو پھر مسلمانوں اور دجالی لشکروں کے درمیان جنگ ہوگی جس میں وہ ایک تہائی مسلمانوں کو شہید کر دے گا۔ ایک تہائی کو شکست دے کر بھگا دے گا اور ایک تہائی کو باقی چھوڑے گا۔ رات ہو جائے گی تو بعض مومنین بعض سے کہیں گے کہ تمھیں اپنے رب کی خوشنودی کے لیے اپنے (شہید) بھائیوں سے جا ملنے (شہید ہو جانے) میں اب کس چیز کا انتظار ہے؟ جس کے پاس کھانے کی کوئی چیز زائد ہو وہ اپنے (مسلمان) بھائی کو دے دے۔ تم فجر ہوتے ہی (عام معمول کی بہ نسبت) جلدی نماز پڑھ لینا، پھر دشمن سے جنگ پر روانہ ہو جانا۔ پس جب یہ لوگ نماز کے لیے اٹھیں گے تو عیسیٰ علیہ السلام ان کے سامنے نازل ہوں گے اور نماز ان کے ساتھ پڑھیں گے۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ (ہاتھ سے) اشارہ کرتے ہوئے فرمائیں گے: میرے اور دشمنِ خدا (دجال) کے درمیان سے ہٹ جاؤ (تا کہ مجھے دیکھ لے)، حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے یہ فرمایا کہ: وہ (ایسا گھل جائے گا) جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجال کے خاتمے کو واضح طور پر بیان کیا کہ: عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے۔ اور فرمائیں گے: میں عیسیٰ ابن مریم اللہ کا بندہ اور رسول ہوں، تم لوگ تین صورتوں میں سے ایک کو اختیار کر لو: (1) اللہ دجال اور اس کی فوجوں پر بڑا عذاب آسمان سے نازل کر دے۔ (2) ان کو زمین میں دھنسا دے۔ (3) ان کے اوپر تمھارے اسلحہ کو مسلط کر دے اور ان کے ہتھیاروں کو تم سے روک دے۔ مسلمان کہیں گے: اے اللہ کے رسول! یہ (آخری) صورت ہمارے لیے اور ہمارے قلوب کے لیے زیادہ طمانینت کا باعث ہے۔ چنانچہ اس روز تم بہت کھانے پینے والے (اور) ڈیل ڈول والے یہودی کو (بھی) دیکھو گے کہ ہیبت کی وجہ سے اس کا ہاتھ تلوار نہ اٹھا سکے گا۔ پس مسلمان ان کے اوپر مسلط ہو جائیں گے اور دجال جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو سیسہ کی طرح پگھلنے لگے گا حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے باب لُد پر قتل کر دیں گے۔ (مصنف عبدالرزاق/20834) اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے دجال اور اس کے لشکر پر مسلمانوں کو مسلط کر دے گا۔ چنانچہ وہ ان سب کو قتل کر دیں گے۔ حتیٰ کہ شجر و حجر بھی پکاریں گے کہ اے اللہ کے بندے! اے رحمٰن کے بندے! اے مسلمان! یہ یہودی ہے، اسے قتل کر دے۔ غرض اللہ تعالیٰ ان سب کو فنا کر دے گا اور مسلمان فتح یاب ہوں گے۔

فتنۂ دجّال سے بچنے کی احتیاطی تدابیر

فتنہ مسیح الدجّال سے حفاظت کے سلسلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو چند چیزیں ایسی بتائی ہیں جن کے اختیار کرنے سے دجال کے فتنے سے بچا جا سکتا ہے: 1۔ دجال کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا: دجال کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے ان دعاؤں کے پڑھنے کا اہتمام کرنا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھا کرتے تھے؛

اور اپنی امت کو ان دعاؤں کے پڑھنے کا حکم فرمایا کرتے تھے؛ حضرت ابو ہریرہ اور کئی ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت ہے یہ دعا مانگا کرتے تھے: »اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ عَذَابِ القَبْرِ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ المَسِيحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ المَحْيَا، وَفِتْنَةِ المَمَاتِ۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛ "جب تم تشہد سے فارغ ہو جاؤ، تو چار چیزوں سے پناہ مانگو، جہنّم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کی آزمائش سے اور مسیح دَجّال کے شر سے۔" (صحیح مسلم، 1326)۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دُعا فرمایا کرتے تھے: "اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے، دوزخ کے عذاب سے، زندگی اور موت کے عذاب سے اور کانے دَجّال کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔" (صحیح بخاری، 832، 833، 1377)۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی نمازوں میں دَجّال کے فتنے سے پناہ مانگتے ہوئے سُنا۔" (صحیح مسلم، 1323، صحیح بخاری، 833، 7129)۔

2۔ سورہ کہف کی ابتدائی دس آیتوں کو یاد کرنا اور پڑھنے کا معمول بنا لینا: دجال کے فتنوں سے جو محفوظ رہنا چاہتا ہو اس کو چاہیے کہ سورۃ الکھف کی ابتدائی یا آخری دس آیات کی تلاوت کرے۔ اس کی تلاوت دجال کے فتنے میں مبتلا ہونے سے بچا لیتی ہے۔ حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس مسلمان نے سورۂ کہف کی پہلی دس آیات حفظ کر لیں۔ وہ دَجّال کے فتنے سے محفوظ کر لیا گیا۔" (صحیح مسلم، 1883)

3۔ دجال سے دور رہنا: دجال سے جتنا دور رہنا ممکن ہو دور رہا جائے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دجال کے بارے میں سنے اس کو اس سے دور رہنا چاہئے، اللہ کی قسم مؤمن یہ خیال کر کے اس کے پاس آئے گا کہ وہ تو مؤمن ہے (دجال کے فتنہ سے بچ جائے گا) لیکن دجال کے ساتھ کی چیزوں کو دیکھ کر اسی کی اتباع کر بیٹھے گا۔ (سنن ابوداؤد/ 4319)

4۔ دجال کی جنت سے بچنا: دجال کے ساتھ جو جنت کی شکل ہو گی اس سے بچے اور جو آگ کی شکل ہو گی اسی میں جانے کو اختیار کرے۔ کیونکہ جو آگ ہے وہی درحقیقت جنت ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دجال کے ساتھ دو چلتے ہوئے دریا ہوں گے۔ دونوں میں سے ایک بظاہر سفید رنگ کا پانی ہوگا اور دوسرا بظاہر بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی۔ اگر کوئی شخص اس کو پالے تو اس دریا کی طرف آئے جسے وہ آگ (کی طرح) دیکھ رہا ہے اور اپنی آنکھ بند کرے۔ پھر اپنا سر جھکائے اور اس میں سے پیے تو وہ ٹھنڈا پانی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تمام ایمان والوں کی فتنہ دجال سے حفاظت فرمائے آمین یا رب العالمین۔

خطاب

اہلِ علم اپنے اندر چار صفات پیدا کریں

حضرت مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے مدرسہ سبیل الفلاح بنڈلہ گوڑہ، حیدرآباد میں جمعیۃ علماءِ ہند کے زیر اہتمام منعقدہ دینی تعلیمی بورڈ تلنگانہ وآندھرا کے تربیتی ورک شاپ کے موقعہ پر تشریف لائے، اور بعد نماز مغرب شاخہائے ادارہ اشرف العلوم و مدرسہ تجوید القرآن کے اساتذہ سے یہ نہایت مؤثر خطاب فرمایا، افادۂ قارئین اشرف الجرائد کے لئے اُسے ادارہ کے مؤقر استاذ مولانا مفتی محمد سلمان قاسمی محبوب نگری نے مرتب کیا۔

الحمد لله رب العالمين اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا مولانا محمدا عبده ورسوله صلى الله تبارك وتعالى عليه وعلى اله واصحابه وذرياته اجمعين اما بعد!

عن عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال في دعائه اَللّٰهُمَّ اغْنِنِيْ بِالْعِلْمِ وَزَيِّنِيْ بِالْحِلْمِ وَاَكْرِمْنِيْ بِالتَّقْوىٰ وَجَمِّلْنِيْ بِالْعَافِيَةِ (او كما قال عليه الصلوٰة والسلام) (جامع صغیر للسیوطی: ۲/ ۱۵۳)

معزز اساتذۂ کرام! طلبۂ عزیز! حاضرین مجلس! ابھی آپ کے سامنے محترم ومکرم، بافیض عالم دین حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم نے بہت ہی قیمتی اور مفید باتیں پیش فرمائی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسے فکرمند اور مخلص علماء کا وجود ہم سب کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کا بڑا انعام ہے اور ہم آپ سب حضرات سے یہ گزارش کرتے ہیں کہ آپ اپنے علاقے کے اہل اللہ، بزرگوں اور علماء سے وابستہ رہ کر اپنی زندگی کا سفر آگے بڑھائیں انشاء اللہ ہر ہر قدم پر آپ کی بہترین رہنمائی ہوگی اور دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ کامیابی سے نوازیں گے۔

آج صبح کی مجلس میں حضرت مولانا شاہ جمال الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم نے یہ دعائیہ کلمات بھی اپنی دعا میں ارشاد فرمائے تھے جن کا ابھی آپ کے سامنے ذکر ہوا، یہ دراصل سیدنا حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی ایک روایت ہے جو اگرچہ سنداً ضعیف ہے لیکن جو دعائیہ کلمات منقول ہیں وہ معنیٰ کے اعتبار سے بہت ہی شاندار ہیں،

اس قابل ہیں کہ ہم ان کا ورد رکھیں اور معنیٰ کو سمجھ کر اپنا جائزہ بھی لیتے رہیں، اس لیے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو دعائیں ہیں وہ اپنے اندر دعا کا پہلو بھی رکھتی ہیں اور نصیحت کا پہلو بھی رکھتی ہیں آپ ادعیۂ منثورہ کو پڑھیں۔حزبِ اعظم ہے، مناجات مقبول ہے، الدعا المقبول پڑھیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ پیغمبر عالم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی خیر کی چیز ایسی نہیں چھوڑی ہے جو مانگی نہ ہو اور کوئی ایسا شر نہیں چھوڑا ہے جس سے آپ نے پناہ نہ چاہی ہو، احادیثِ شریفہ میں ایسی ایسی بہترین، شاندار، اور نفع بخش دعائیں ملتی ہیں کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے، اِن دعاؤں کے اندر بڑی برکات ہیں، علماء کو اور طلباء کو بالخصوص دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہیے اور جو ماثور دعائیں ہیں ان کو معانی کے استحضار کے ساتھ اللہ سے مانگنا چاہیے، کوئی بڑی بات نہیں ہے اگر ہم روزانہ پانچ دس منٹ دعا میں لگا دیں اپنی دنیاوی، دینی ہر ضرورت اللہ تعالیٰ سے مانگنے میں لگا دیں اور اس کی عادت ڈال لیں تو آپ دیکھیں گے کہ اس کی کیا برکتیں زندگی کے اندر ظاہر ہوں گی ،تو یہ دعائیہ کلمات بہت ہی اہمیت رکھتے ہیں۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار باتیں اس میں مانگی ہیں فرمایا: اَللّٰھُمَّ اغْنِنِیْ بِالْعِلْمِ (اے اللہ! مجھے علم دے کر مخلوق سے مستغنی کر دے) اس کی شرح میں علماء لکھتے ہیں کہ اس علم سے علمِ آخرت مراد ہے، علمِ دین مراد ہے، حلال وحرام کا علم مراد ہے، کیوں کہ ایک مسلمان اسی علم کا سب سے زیادہ محتاج ہے، اگر کسی مسلمان کو اس کے علاوہ دیگر علوم حاصل نہیں ہے تو اُسے کوئی بہت بڑا نقصان نہیں ہے، اگر ہے بھی تو معمولی ہے، وقتی اور عارضی ہے، لیکن اگر آدمی علمِ دین سے محروم ہے، اسے حلال وحرام کا پتہ نہیں ہے، جائز وناجائز کا پتہ نہیں ہے، صحیح غلط کا پتہ نہیں ہے؛ تو یہ بڑی محرومی کی بات ہے اور اس علم میں آدمی دوسرے کا محتاج نہ رہے بلکہ خود اس قابل ہو جائے کہ وہ قرآن کریم کے ذریعہ، احادیث شریفہ کے ذریعہ، فقہ اسلامی کے ذریعہ جان سکے کہ کیا صحیح ہے کیا غلط؟ یہ انسان پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام ہوا ہے جب اس کو علم کے اعتبار سے مستغنیٰ کر دیا جائے۔

چنانچہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حج کے موقع پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسی جگہ تشریف فرما ہوئے کہ سامنے سے حاجیوں کی جماعتیں قافلے گزر رہے ہیں، دیکھا کہ ایک صاحب جا رہے ہیں اور وہ کچھ اشعار پڑھ رہے ہیں اور لوگ ان کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں، اشعار سن رہے ہیں اور وہ سنا رہے ہیں، آپ نے پوچھا: کہ یہ کون ہے؟ بتایا گیا کہ یہ فلاں شاعر صاحب ہیں، ان کی بڑی شہرت ہے۔کہا: اچھا شاعر صاحب ہیں! فرمایا: جانے دو کوئی خاص بات نہیں ہے یہ ایسا علم نہیں ہے کہ اس کی جہالت کی وجہ سے آدمی کو کوئی افسوس ہو، کوئی نقصان ہو، پھر ایک قافلہ گزرا دیکھا کہ ایک صاحب ہیں ان سے لوگ کچھ پوچھ رہے ہیں اور وہ جواب دے

رہے ہیں، پوچھا: یہ کون صاحب ہیں؟ کہا گیا کہ یہ فلاں صاحب ہیں، ان کو خاندانی نسبتوں کا، شجروں کا بڑا علم ہے، عربوں کے ہاں نسب دانی بڑا اہتمام تھا، بڑی اہمیت تھی، کہا کہ: جانے دو یہ بھی کوئی خاص بات نہیں، علم ہو جائے تو ٹھیک نہ علم ہو تو بھی ٹھیک، یہ جان کر کیا فائدہ ہوگا کہ میرا باپ کیا تھا؟ کیا نہیں۔ الغرض ایسے قافلے گزرتے رہے اور حضرت امیر معاویہؓ اسی طرح کی بات فرماتے رہے تا آں کہ ایک قافلہ گزرا جس میں ایک صاحب تھے اور لوگ ان کے ارد گرد مسئلے پوچھ رہے تھے کہ آج میں نے قربانی رمی سے پہلے کر لی، کوئی کہہ رہا تھا میں نے طواف زیارت پہلے کر لیا، کوئی کچھ مسئلہ پوچھ رہا ہے، کوئی کچھ اور وہ جواب دے رہے ہیں تمہارے حج میں ایسا ہو گیا تمہارے اوپر دم واجب ہوا، یا دم واجب نہیں ہوا، وغیرہ، پوچھا یہ کون ہے؟ بتایا گیا کہ! یہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں حج کے مسائل کے متخصص رہے ہیں Specialist ہیں۔ حج کے مسائل کی بخاری شریف میں لمبی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے پیغمبر علیہ السلام کے آخری حج کا پورا نقشہ کھینچ دیا، یہ تک لکھ دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہاں نزول فرمایا؟ کہاں آپ نے قیام فرمایا؟ ساری جگہیں آپؓ نے بتلا دی تو ان کو حج کے مسائل سے خاص شغف تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ ہے علم، کہ آدمی یہ بتا سکے کہ یہ صحیح ہے یہ غلط، یہ جائز ہے یہ ناجائز، یہ حلال ہے یا حرام اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا: کہ بھئی! جسے سیکھنا ہو تو یہ سیکھے، یہ دنیا میں بھی کارآمد ہے اور آخرت میں بھی کارآمد۔ یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت مانگی جا رہی ہے "اللهم اغنني بالعلم" اے اللہ! مجھے علمِ صحیح دے کر لوگوں سے بے نیاز بنائیے، یہ صرف علم لفظ بولا گیا ہے لیکن جب بھی قرآن پاک میں العلم کا ذکر آتا ہے یا احادیث شریفہ میں علم کی فضیلت کا مضمون آتا ہے، تو اس سے علمِ دین مراد ہوتا ہے اور علم دین میں بھی علمِ صحیح مراد ہوتا ہے، یہ نہیں کہ اپنی طرف سے کچھ بھی کہنا شروع کر دو، فلسفیانہ انداز میں گفتگو شروع کر دو، ایسی باتیں بیان کرنی شروع کر دو جو اَب تک سلف میں سے کسی نے نہ بیان کی ہوں، اور اس کو علم سمجھا جائے، یہ علم نہیں ہے یہ جہالت ہے، علم تو وہی ہے جو معروف ہے، علم تو وہی ہے جو سلف صالحین سے نقل ہوتا چلا آ رہا ہے، جو معتبر علماء سے ثابت ہے وہی علم ہے۔ وہ علم نہیں ہے کہ نادر و نایاب باتیں ہیں کہ آج تک ایسا نکتہ کسی نے بیان نہیں کیا، آج تک تو ہم نے ایسی بات سنی نہیں، واہ یہ شخص بہت بڑا علاّمہ ہے، ایسی بات نہیں! علاّمہ وہ ہے جو معروف باتیں بیان کرے، شریعت کی نظر میں وہ علامہ ہے۔ کیوں کہ شریعت کُل کی کُل معروف ہے منکر نہیں ہے، اجنبی اور نامانوس بات جو بیان کرتا ہے اس کا علم علمِ صحیح نہیں، علم صحیح وہ علم ہے جو معتبر اور مستند ہو اور جو لوگوں میں معروف باتیں بیان کرے، وہی آدمی دراصل علمِ صحیح کا حامل ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کئی مرتبہ حاضری ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ دیکھو! آدمی کو گمراہی سے بچانے والی چیز دو ہیں: علم صحیح اور صحبت صالح، علم پختہ ہو مضبوط ہو تو لاکھ کوئی چرب زبانی کرے، مضبوط علم والا اس کے جھانسے میں کبھی نہیں آسکتا، اس کا دل اسے قبول نہیں کرے گا جو علم صحیح کا حامل ہے، علمِ صحیح کے ساتھ صحبتِ صالح، نیک لوگوں کی صحبت میں آدمی رہے گا تبھی گمراہی سے محفوظ رہے گا۔ یہ دعا اساتذہ، طلبہ سب کو مانگنی ہے" اللھم اغننی بالعلم " اے اللہ ہمیں علم دے کر مخلوق سے مستغنی کر دیجئے۔

یاد رکھیے گا! یہ علم حاصل کرنے کی کوئی عمر نہیں ہے، کوئی وقت محدود نہیں ہے، یہ سمجھنا کہ ہم تو فارغ ہو گئے، ہم نے تو دورہ پڑھ لیا، اب تو ہم عالم ہو گئے، ہمیں تو سند مل گئ، یہ سند کمالِ علم کی سند نہیں ہے، کمالِ نصاب کی سند ہے، ہمارے مدرسے کا جو نصاب ہے اس کو آپ نے پورا کر لیا اس کی آپ کو سند دی جارہی ہے، یہ نہیں کہ آپ علامہ بن گئے ہیں، ابھی تو آپ شروع ہوئے ہیں۔ حضرت الاستاذ حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ طلبہ تین طرح کے ہوتے ہیں: بہت ذہین، متوسط، اور کم فہم، فرمایا جو بہت ذہین ہے وہ اگر فارغ ہونے کے بعد پڑھانے میں لگیں گے تو 10 سال میں ان کو علم آنا شروع ہوگا۔ اور جو متوسط ہے 15 سال میں اور جو کم فہم ہے 20 سال میں شروع ہوگا، یہ نہیں کہ کورس پڑھتے ہی کامل ہو جائیں گے بلکہ جب وہ مسلسل علم میں لگے رہیں گے تو علم آنا شروع ہوگا۔ یہ دعا بہت اہتمام کے ساتھ مانگی جائے" اللھم اغننی بالعلم " اور اس علم سے علمِ دین علمِ صحیح مراد ہے، علمِ صحیح کہاں ملے گا؟ علماءِ حق کی کتابوں میں ملے گا، ان کے ملفوظات میں ملے گا، ان کی افادات میں ملے گا، اہل حق کی باتوں کو سن کر، پڑھ کر، مطالعہ کر کے دل میں ایک نور پیدا ہوگا اور غلط باتوں سے دل میں ایک طرح کی تاریکی و بے رغبتی پیدا ہوگی۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی کئی احادیث شریفہ میں یہ دعا مانگی" اللھم انی اسئلک علما نافعا " اے اللہ! میں آپ سے علم نافع چاہتا ہوں اور دوسری حدیث میں فرمایا" و اعوذبک من علم لا ینفع " اور میں ایسے علم سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں جو نفع بخش نہ ہو۔ نفع بخش نہ ہو، کیا مطلب؟ علم صحیح نہ ہو تو نفع بخش کیسے ہوگا؟ یا علم پر عمل نہ ہو وہ نفع بخش نہیں ہوگا، یا علم گمراہی کا ذریعہ بن جائے تو وہ مضر بن جائے گا۔ الغرض یہ دعا مانگنی ہے" اللھم اغننی بالعلم " اللہ سے مانگا جائے صرف مطالعہ کرنے سے علم نہیں آئے گا، یہ بھی یاد رکھیں بہت محنت کرنے سے علم نہیں آئے گا، محض راتوں میں جاگنے سے علم نہیں آئے گا، اللہ سے مانگنا بھی ضروری ہے، مانگا جائے گا تب یہ نعمت ملے گی، جی لگا کے مانگے، نمازوں کے بعد مانگے، راتوں میں اٹھنے کا موقع ملے تو راتوں میں مانگے، اور قبولیت

کے مواقع پر مانگیں تو اللہ تعالیٰ عطا کریں گے، نبوت اور صحابیت کے علاوہ کوئی دروازہ بند نہیں ہوا، اللہ کے ولی تو ہو چکے ہیں اب نہیں ہونے والے ایسا کچھ نہیں، ہر مرتبہ مل سکتا ہے، ہر مقام مل سکتا ہے، مانگنے والے چاہئے اور اس مرتبے تک پہنچنے کے لیے جو شرائط ہیں ان شرائط کو پورے کرنے والے چاہئے تو اللہ تعالیٰ ضرور عطا کریں گے تو پہلا جز اس دعا کا یہ ہے۔ ''اللھم اغننی بالعلم''۔

اس کے بعد اگلا جز ہے" و زینّی بالحلم " (اے اللہ! حلم، بردباری، عاقبت اندیشی، عقل وفراست سے مجھے آپ مزین کردیجئے۔) عالم کے لیے حلیم ہونا بھی ضروری ہے جو بھی کسی امت کا، ملت کا، قوم کا ذمہ دار بنایا جائے اس کے لیے علم کے ساتھ ساتھ حلم لازم ہے، اگر حلم نہیں ہوگا تو علم کا فیض آدمی سے جاری نہیں ہوسکتا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں قرآن پاک میں فرمایا: وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ) اگر آپ ترش رو ہوتے، دل کے سخت ہوتے تو یہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے اردگرد جان نثاری کررہے ہیں سب یہاں سے چلے جاتے۔ یہ تو آپ کے کمال خلق کی وجہ سے، نرم روی کی وجہ سے، نصیحت اور ہمدردی کی وجہ سے اور سختیوں پر صبر کی وجہ سے اور حلم وبردباری کی وجہ سے ہر آدمی آپ کے اوپر جان چھڑک رہا ہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلم کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز ہیں۔" و زینی بالحلم " یہ نہیں کہ بس منٹوں میں تولہ منٹوں میں ماشہ، ایسا آدمی کبھی بھی اللہ کی نظر میں، لوگوں کی نظر میں مقبولیت حاصل نہیں کرسکتا، جو بات بات پر بے قابو ہوجائے، نہ زبان اس کی سلامت رہے نہ قلم سلامت رہے۔ مسلم شریف میں روایت ہے کہ یمن کا ایک وفد آیا تھا، وفد عبدالقیس اس کے سردار تھے، ان کا نام منذر ابن عائذ اور لقب اشج عبدالقیس تھا، یہ بڑے ہی سمجھدار، بہت ہی بردبار اور بڑے اعلیٰ درجے کے انسان تھے، جب یہ وفد آیا تو مسجد نبوی کے قریب آکر ان میں ایسا جوش پیدا ہوگیا کہ سب اپنی سواریوں سے اُتر اُتر کے سیدھے مسجد پہنچ گئے، یہ خیال نہیں رہا کہ سواریاں کہاں باندھے؟ سامان کہاں رکھے؟ سب چھوڑ چھاڑ کے سیدھے مسجد چلے گئے کہ حضور کی زیارت کریں اور وفد کے سردار اشج عبدالقیس نے ساری سواریوں کو بندھوایا، سامان اتروایا، کپڑے میلے تھے، قریب میں کنویں پر جاکر غسل کیا، کپڑے بدلے اور اطمینان سے پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، پیغمبر علیہ السلام نے انہیں اپنے قریب بٹھایا۔ آپ نے اُن کا اکرام کیا اور پھر ارشاد فرمایا کہ تمہارے اندر دو ایسی خصلتیں پائی جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، ان میں ایک حلم وبردباری ہے اور دوسرے کسی بھی معاملے میں جلد بازی نہ کرنا ہے۔ یہ جو حلم ہے یہ آدمی کو چار چاند لگا دیتا ہے، آدمی کے علم کے فیض کو عام کردیتا ہے اس کی ذات مرکز نور بن جاتی ہے، اس حلم اور بردباری کی وجہ سے خطاؤں سے وہ محفوظ ہوجاتا ہے، اسے بعد میں شرمندگی نہیں اُٹھانی

پڑتی۔ جو آدمی عاقبت اندیشی کے ساتھ کام کرتا ہے، اسے حسرت وافسوس کا سابقہ نہیں پڑتا، ٹھیک ٹھاک کام ہوجاتا ہے، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مانگ رہے ہیں" وزینّی بالحلم " آپ مجھے مزین کیجیے حلم کے ذریعے۔ ابھی حضرت مولانا (محمد عبدالقوی صاحب مدظلہٗ) اشارہ کرر ہے تھے کہ ذرا ذرا سی بات پر ہم آپے سے باہر ہو جاتے ہیں کوئی بات سن لی اور وہ ہمارے تصور اور ہماری رائے کے خلاف ہے تو یہ تحقیق بھی نہیں کرتے کہ جو بات سنی گئی ہے صحیح ہے بھی یا نہیں؟ حالاں کہ سب جانتے ہیں کہ آج دنیا میں جھوٹ کا بول بالا ہے، آڈیوز کے اندر ایڈیٹنگ ہوجاتی ہے، ویڈیوز کے اندر ایڈیٹنگ ہوجاتی ہے، بیچ کا جملہ نکال کر کے پیچھے کی بات جوڑ دی جاتی ہے، مطلب بالکل خبط ہوجاتا ہے اور ہم اسی پہ اپنی رائے دینے لگ جاتے ہیں، یہ کیا ہے؟ حلم کی کمی ہے بردباری کی کمی ہے، یہ عجلت پسندی ہے، یہ کسی عالم کو زیب نہیں دیتی، علم میں زینت جب ہی پیدا ہوگی، جب علم کے ساتھ حلم بھی ہو، بردباری بھی ہو، تحمل مزاجی بھی ہو، عاقبت دیکھ کر اگلا قدم اٹھایا جائے محض جذبات کے رو میں آدمی نہ بہہ جائے کسی کے کہنے میں نہ آجائے، جب یہ چیز ہوگی تو پھر آدمی کا علم یقینی معنیٰ میں کارآمد ہوگا۔

ابھی چند دن پہلے جلالین شریف کے سبق میں (ملکی حالات کے تناظر میں) کسی نے پرچہ دیا کہ علماء کچھ نہیں کر رہے ہیں، فلاں ایسا کر رہا ہے حکومت ایسی کر رہی ہے، سب ٹھنڈے بیٹھے ہوئے ہیں کوئی کام نہیں کرر ہے ہیں، ہم نے پوچھا کہ کس نے دیا پرچہ؟ وہ صاحب کھڑے ہوگئے، ہم نے کہا: کہ بھئی! کوئی کچھ نہیں کررہا، تم بتاؤ کیا کریں؟ وہ صاحب خاموش، کوئی جواب نہیں دیا، ہم نے کہا: جب تم اعتراض کر رہے ہو تو تم راستہ بھی تو بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟ سڑک پر نکل کر آئیں، مقابلہ کریں، مقابلے کے لیے مقابلے کے اسباب تو ہونے چاہیئے! خالی لکھ دینے سے اور خالی کہہ دینے سے اور خالی سوشل میڈیا پر بات چلا دینے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا ہے، آپ جس ملک میں رہتے ہیں یہاں بہت سوچ سمجھ کر پالیسیاں بنانی پڑتی ہیں، 20 اور 80 کا تناسب ہے، آپ جتنا بڑا مظاہرہ کرلیں مقابلے میں اس سے کئی گنا بڑا مظاہرہ ہوجائے گا، اور آپ کا مسئلہ حل نہیں ہو پائے گا، حل تب ہی ہوگا جب آپ جمہوریت کی اور دستور کی دہائی دے کر، غیروں کو اپنے ساتھ ملا کر تحریک چلائیں گے، آپ کوشش کریں کہ غیر ہماری بات کو کہنے والے بن جائیں؛ اس انداز میں ہم لوگوں کو سمجھائیں کہ یہ سب کا مسئلہ ہے، ہمارا اکیلے کا مسئلہ نہیں ہے ورنہ دشمن تو یہ چاہتا ہے کہ ہم الگ ہوجائیں وہ الگ ہوجائیں، اب اگر ہم الگ ہوکر کے اپنی آواز اٹھائیں گے تو ہم کبھی اس ملک میں کامیاب نہیں ہوسکتے، ہمارے یہاں ادارے ہیں، مساجد ہیں، قبرستان ہیں، تحریکات ہیں یہ ساری چیزیں چلتی رہیں یہ اس وقت کا سب سے بڑا تقاضا ہے، مسجدیں آباد رہیں، مدرسے آباد رہیں، جماعتوں کا آنا جانا باقی رہے ان تمام باتوں پر نظر کر کے پالیسی

بنائی جاتی ہے اور آج ہم ہیں کہ بس دماغ میں پتہ نہیں کیا آجاتا ہے سمجھتے ہیں کہ جو ہم سوچ رہے ہیں وہی صحیح ہے، ہم نے اس عالم سے کہا کہ جتنا تم سوچ رہے ہو، اس سے ہزار گنا زیادہ ہم سوچتے ہیں کیوں کہ ہمارے کاندھوں پر ذمہ داری ہے، تمہارے کاندھوں پہ ذمہ داری نہیں ہے۔ الغرض! اللہ تعالیٰ سے مانگا جارہا ہے" زینی بالحلم "اے اللہ! آپ ہمیں علم کے ساتھ حلم سے مزین کر دیجئے۔

تیسرے نمبر پر مانگا جارہا ہے" و اکرمنی بالتقوی" (اے اللہ! مجھے تقوے والی زندگی کے ذریعے عزت عطا فرمایئے۔) علم بھی ہو، حلم بھی ہو لیکن آدمی متقی نہ ہو لوگوں کے سامنے تو بہت بڑا اللہ والا نظر آئے، صوفی نظر آئے اور بہت بڑا نیک اور اچھا نظر آئے لیکن جب تنہائی میں ہو تو اللہ کے حدود کو پامال کرنے والا ہو، یہ آدمی کبھی بھی باعزت نہیں ہو سکتا کیوں کہ عزت کا مدار اللہ سے ڈرنے پر ہے اور اللہ سے ڈرنا لوگوں کے سامنے بھی ہونا چاہیے، تنہائی میں بھی ہونا چاہیے، "ان اکرمکم عند الله اتقاکم " تم میں سب سے معزز وہ ہے جو سب سے بڑا متقی اور پرہیز گار ہے۔ تو عالم دین ہو، حلیم ہو، اور پھر متقی پرہیز گار ہو، اس کی زبان بھی غلطیوں سے محفوظ ہو، اس کے کان بھی محفوظ ہوں، اس کی آنکھیں بھی محفوظ ہوں، اس کے ہاتھ بھی محفوظ ہوں اس کا دل بھی بغض وعناد اور حسد سے خالی ہو، اور اس کے اندر غلط باتوں کے ارادے اور عزائم نہ ہوں، اس طرح سے آدمی کو تقویٰ کی دولت ملے گی تو انشاءاللہ دنیا میں بھی سرخرو رہے گا آخرت میں بھی سرخرو رہے گا۔" و اکرمنی بالتقوی" ہم میں اس کی بھی بہت ضرورت ہے، اس میں بہت کوتاہیاں پائی جاتی ہیں مگر سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں اگر اب تک غلطی ہوئی ہے، اب اسی مجلس میں ارادہ کر لیں کہ ہم متقی بن کر رہیں گے، دوسروں کو بتلانے کے لیے متقی نہیں بننا ہے اپنے فائدے اور بہتر انجام کے لیے ہمیں متقی بننا ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پہلی مرتبہ مدینہ منورہ میں قبیلے بنو سالم میں تشریف لائے، آپ نے خطبۂ جمعہ دیا تو ایک جملہ اس خطبے میں یہ تھا کہ" جو آدمی اللہ تعالیٰ سے اپنا معاملہ درست کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ لوگوں سے اس کا معاملہ درست کر دیتے ہیں'' خود بخود لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہو جاتی ہے، انسیت پیدا ہو جاتی ہے قرآن پاک میں بھی اس کا ذکر ہے"اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾ کہ جو ایمان اور اعمال صالحہ والی زندگی گزارتے ہیں تو رحمان ان کی محبوبیت مقبولیت لوگوں کے دلوں میں اتار دیتے ہیں۔ حدیث میں بھی اس کا تذکرہ ہے" و اکرمنی بالتقوی " نبی کے علاوہ کوئی معصوم تو ہو نہیں سکتا لیکن ہم سے اگر غلطی ہوئی ہے یا ہو رہی ہے تو ہم اس پر توبہ کر سکتے ہیں، عزم کر سکتے ہیں کہ اب جو ہوا سو ہوا، آئندہ نہیں کریں گے، اللہ توبہ قبول کرنے والے ہیں، چھوٹے بڑے گناہ سب معاف کرنے والے ہیں، تو ہم

سب یہ عزم کر لیں ارادہ کر لیں اور اللہ سے دعا بھی کریں" واکرمنی بالتقوی " کہ اللہ مجھے حقیقی تقوی عطا فرمائیے۔

اس کے بعد چوتھے نمبر پر آپ نے یہ دعا مانگی" وجملنی بالعافیۃ" (اے اللہ! میری زندگی میں عافیت کے ذریعے جمال پیدا کر دیجئے) عافیت اس اعتبار سے کہ صحت ہو، تندرستی ہو، اچھا ماحول ملے، گھر کا بھی ماحول اچھا ہو، اچھی بیوی مل جائے، اچھی اولاد مل جائے جو آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے، دل کا سرور بن جائے، اچھے دوست مل جائیں، رہنے کے لیے اچھا ٹھکانہ مل جائے، اللہ تعالیٰ اتنی وسعت دے دے کہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے، عزت والی روزی مل جائے، یہ سب چیزیں بھی مانگنے کے قابل ہیں، یہ عافیت بہت بڑی چیز ہے ''عافیت'' چھوٹا سا لفظ ہے لیکن بہت جامع ہے دین میں عافیت، دنیا میں عافیت، گھر میں عافیت، بچوں میں عافیت، بیوی میں عافیت، رشتہ داروں میں عافیت، بس عافیت ہی عافیت۔ نبی اکرم علیہ السلام نے فرمایا: سب سے اعلیٰ جو چیز اللہ تعالیٰ سے مانگی جاسکتی ہے وہ عافیت ہے، عافیت مانگی بھی جائے اور عافیت حاصل کرنے کی کوشش بھی کی جائے۔

ایسا نہیں ہے کہ یہ سب باتیں آپ کے علم میں نہ ہو، کوئی انوکھی یا ان سنی باتیں نہیں ہیں، یہ سب باتیں ہم نے پڑھ رکھی ہیں، پڑھتے رہتے ہیں، بار بار پڑھتے رہتے ہیں بس ان کا استحضار کرنے کی ضرورت ہے اور ان کی روشنی میں اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں علم بھی عطا فرمائے، حلم بھی عطا فرمائے، تقویٰ بھی عطا فرمائے، عافیت والی زندگی بھی نصیب فرمائے اور عافیت والی موت بھی عطا فرمائے کہ اس حالت میں ہم دنیا سے جائیں کہ ہم اللہ کے دربار میں سرخرو ہوں اور اللہ ہم سے راضی ہوں ہم اللہ سے راضی ہوں۔ یہی ہمارے لیے سب سے بڑی سعادت کی بات ہوگی اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے، ہم سب کے حق میں ان دعاؤں کو قبول فرمائے، جو بھی کوتاہیاں ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو معاف فرمائے۔ و صلی اللہ تعالی علی خیر خلقه محمد و علی اٰله و صحبه أجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

افاداتِ اکابر

اشرف المجالس

مخدومنا ومحبوبنا حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہ العالی ہر جمعہ بعد نمازِ عصر ہفتہ واری اصلاحی مجلس میں حکیم الامت مجددُ الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے "منتخب ملفوظات" (مرتبہ حضرت مولانا یحییٰ نعمانی زید مجدہٗ) کی تعلیم فرماتے ہیں، اُن ملفوظات کی توضیح وتشریح کو برادرِ عزیز حافظ مولانا مفتی احمد علی قاسمی زید فضلہٗ نے ضبط وترتیب دیا ہے۔ از مرتب

(۱۴) اپنے شیخ کی نقل بھی اجازت کے بغیر نہیں کرنا چاہیئے

ارشاد فرمایا: ایک مرتبہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک عمل کا ذکر فرمایا کہ جب تک میری پھوپی زندہ تھیں، رات کا کھانا نوالے بنابنا کر خود ہی کھلا دیتی تھیں، فرمایا کہ اب ۳۰ سال ہوگئے پھوپی کا انتقال ہوکر، ۳۰ سال سے رات کا کھانا نہیں کھایا، حضرت کے مریدین میں ایک بزرگ تھے صوفی عبدالرب صاحب رحمۃ اللہ علیہ، انہوں نے اس واقعہ سے بہت اثر لیا، اور رات کا کھانا چھوڑ دیا؛ مگر چند دن سے زیادہ اس کو برداشت نہیں کرسکے، اپنی ذمہ داریوں پر اس کا اثر پڑنے لگا، انہوں نے اپنا یہ حال حضرت شیخ رحمہ اللہ کو لکھا، تو اس کے جواب میں حضرت نے ان کو لکھا کہ خبردار! آئندہ سے میری نقل بھی میرے مشورے کے بغیر نہ کرنا۔ آج بھی بہت سے مریدین خود ہی شیخ بن جاتے ہیں، شیخ سے مشورہ کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ میں اس کا اہل بھی ہوں یا نہیں؟ ان کے لئے بس یہ ثبوت کافی ہے کہ حضرت بھی کررہے ہیں، خانقاہ میں ہورہا ہے، بس اُن چیزوں میں بڑوں کی نقل جن میں مشیخیت کا اظہار ہوتا ہے، اور جن چیزوں میں مریدی کا اظہار ہو اس کا کوئی اتباع نہیں؛ یہ نفس کا مکر ہے جس میں اس نے ہمیں مبتلا کر رکھا ہے۔

(۱۵) شیخ کی صحبت وخدمت سب سے مقدم ہے

ارشاد فرمایا: نظام حیدرآباد نے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث کی کچھ کتابوں کی تحقیق کے لئے

''دائرۃ المعارف العثمانیہ'' میں طلب کیا (حیدرآباد میں دائرۃ المعارف العثمانیہ کے نام سے ایک تحقیقی ادارہ تھا، اس زمانہ میں ساری دنیا میں کہیں ایسا ادارہ نہیں تھا، دنیا بھر کے علماء کو حتیٰ کہ عرب علماء کو بھی بہت سے نادر کتابیں یہیں سے ملیں، ایک اور علمی ادارہ دائرۃ المعارف النعمانیہ تھا؛ اس میں فقہ حنفی کی ساری کتابیں جمع کی گئ تھیں، اس زمانے میں احناف کے کتب کا اتنا بڑا ذخیرہ کہیں اور نہیں تھا،تو دائرۃ المعارف العثمانیہ میں کام کے لئے حضرت شیخ کو ۵۰۰ روپے تنخواہ، موٹر کار (جو کہ اس وقت صرف نوابوں کے پاس ہوتی تھی) اور سرکاری بنگلہ کی پیشکش کے ساتھ حیدرآباد آنے کی دعوت دی گئی؛ آپ یہاں تشریف لے آیئے؛ وہاں سے بھی زیادہ کام یہاں ہوسکتا ہے، حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں یہ لکھ کر بھیجا: کہ میں اپنے شیخ کی خدمت کو ہر کام سے مقدم سمجھتا ہوں؛لہذا میں یہیں رہوں گا، میں حضرت شیخ کی خدمت وصحبت کو ان پیسوں کی خاطر نہیں چھوڑ سکتا، اس لئے نہیں آئے، مظاہر علوم سہارنپور ہی میں کام کرتے رہے؛ جب کہ معاشی تنگیوں کا بھی سامنا تھا، ایک جگہ آپ بیتی میں لکھا کہ قرض ادا کرنے کے لئے گھر کے برتن بھی مجھے بیچنا پڑا، ایسی زندگی گزار لی، اور ایسی پیشکش کو ٹھکرا دیا، طالب علموں کو سمجھنا چاہئے کہ ہمارے بڑوں نے کیسی کیسی قربانیاں دی؛ تب جا کر اللہ نے اُنھیں علم کی دولت سے سرفراز فرمایا۔

(۱۶) طالبِ علم کو طلبِ علم کے زمانہ ہی سے عمل کی فکر و جستجو میں لگ جانا چاہیئے۔

ارشاد فرمایا: پہلے زمانہ میں طلبہ میں علومِ دین کی تحصیل اور مشائخ کی صحبت اور عملی زندگی میں تقویٰ و طہارت کا اہتمام ساتھ ساتھ ہوتا تھا، الگ الگ نہیں تھا، اب طلبہ نے علم کا زمانہ الگ کر دیا ہے، عمل کا زمانہ الگ کر دیا ہے، اس لیئے زمانۂ طالب علمی میں عمل کی طرف توجہ نہیں دیتے، اپنے اخلاق کی درستگی اور اپنی صفات کو تبدیل کرنے کی فکر نہیں کرتے، اور جو کچھ کتاب وسنت میں پڑھتے ہیں اس کی روشنی میں اپنے کو دیکھنے اور پرکھنے کی کوشش نہیں کرتے، کیوں؟ اس لیے کہ ذہن میں ہے کہ یہ علم کا زمانہ ہے، عمل کا زمانہ بعد میں ائے گا؛ حالانکہ عمل کا زمانہ تو بالغ ہونے کے بعد سے ہی شروع ہو گیا، فرشتوں نے لکھنا بھی شروع کر دیا ہے، مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ، یاد رکھو! ایسا طالب علم جو علم وعمل کے زمانہ کو الگ کرتا ہے اس کے عمل کا زمانہ موت تک بھی نہیں آئے گا؛ اور یہ نظر بھی آ رہا ہے کہ ایسے لوگوں کے عمل کا زمانہ اب تک بھی نہیں آیا، جبکہ عمریں گزر رہی ہیں، اور جنہوں نے طالب علمی کے زمانے سے ہی عملی زندگی مسنون بنانے کو ٹھان لیا وہ ماشاء اللہ جوانی ہی میں متقی بن گئے، شاب نشأفي عبادة الله کے مصداق ہو گئے۔

(۱۷) مجاہدات سے بھاگنے والے دراصل قربِ حق سے گریز کرنے والے ہیں۔

ارشاد فرمایا: مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے صحبت میں پیش آنے والے مجاہدات کی برکت کو ایک مثال سے سمجھایا ہے؛ مثال یہ دی کہ جب گلاب کا یا چنبلی کا تیل نکالنا ہوتا ہے تو وہ اِن پھولوں سے تو نہیں نکلتا؛ اس کو نکالنے کی ترکیب یہ ہوتی ہے کہ تل کو (جو ایک بیج ہے)، جب وہ خوب بھیگ جاتی ہے تو اس کو کپڑے میں رگڑ کے اس کے اوپر کے چھلکے کو نکالا جاتا ہے (کیوں کہ ہر مغز اوپر سے چھلکے کے اندر محفوظ رہتا ہے) تل پر بھی ایک کور ہوتا ہے، خوب بھگانے کے بعد وہ نرم پڑ جاتا ہے، پھر کپڑے سے آہستہ آہستہ رگڑا جائے تو تل نہیں ٹوٹتی، البتہ چھلکا الگ ہو جاتا ہے، بھوسا الگ ہو جاتا ہے، بھوسے سے تل کو الگ کرنے کے بعد تل کا صرف مغز رہ جاتا ہے، اس مغز کو گلاب کے پھول میں پھیلا دیا جاتا ہے، رات بھر اسی طریقے سے تل پھول میں پڑے رہتے ہیں، ایک وقت گزرنے کے بعد تل کا مغز گلاب کی خوشبو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے، تو جب اس تل سے تیل نکالا جاتا ہے تو خوب پیلنے، رگڑے کھانے، اور خوب پسنے کے بعد اس میں سے جو تیل نکلے گا اس کو تل کا تیل نہیں کہتے؛ بلکہ اسے روغنِ گل کہتے ہیں (یعنی گلاب کا تیل) کیوں کہ گلاب کی خوشبو پوری اس میں آ گئی ہے، تو تل نے اپنے کور رَگڑوا کے پسوا کے اپنے وجود کو مٹایا تو وہ بجائے تل کے گلاب ہو گئی؛ کیوں کہ گلاب کا رنگ اثر اور خوشبو سب اس میں سرایت کر گئی، یہ مثال دے کر مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب آدمی کسی اللہ والے کے زیرِ سایہ اور دورانِ صحبت مجاہدات سے گزرے گا تو پھر وہ شیخ کا عکسِ جمیل بن جائے گا، صحبت کی برکت کو بتلانے کے لیے مولانا روم نے یہ مثال دی ہے۔

(۱۸) جس کی کھاؤ اسی کی گاؤ

ارشاد فرمایا: ہمارے پاس جتنی ساری نعمتیں ہیں سب اللہ تعالیٰ ہی نے دے رکھی ہیں، وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللهِ (سورۃ النحل: ۵۳) یعنی جو نعمت بھی تمہارے پاس ہے وہ سب اللہ کی دی ہوئی ہے، کسی کو غیرُ اللہ نے کچھ بھی نہیں دیا ہے، سب کچھ اللہ کا دیا ہوا ہے، تو جس کی کھاؤ اسی کی گاؤ، جب سب کچھ وہی دیتا ہے تو وفاداری دوسروں کی کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اللہ ہی کے وفادار رہنا چاہیے۔

افاداتِ اکابر

ارشاد السالکین

"خانقاہِ سعیدیہ" میں ہر شمسی مہینے کے دوسرے اتوار کو صبح ۹ ربجے تا شب ۹ ربجے اصلاحی مجلس منعقد ہوتی ہے، اس میں جنوبی ہند کی تمام ہی ریاستوں سے تقریباً تین سو سالکین شرکت کرتے ہیں، صبح ۱۰ تا ۱۲ ربجے کی نشست میں شرکاء کے پوچھے گئے سوالات کے جواب مرشدی حضرت اقدس مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہٗ العالی خود دیتے ہیں، جو بہت ہی نافع ہوتے ہیں، علماء و عوام سب ہی اس کے قائل ہیں، اس لئے مولانا مفتی محمد احمد علی صاحب قاسمی زید فضلہٗ استاذ ادارۂ ہٰذا و مجازِ حضرت والا نے اِن کو جمع کرکے قارئین کے فائدے کے لئے شائع کیا ہے۔ از مرتب

کسی سے ناراضی ہوجائے تو سرسری تعلق رکھنا کیسا ہے؟

سوال: کسی سے ناراضگی ہوجاتی ہے تو سرسری تعلق باقی رکھتا ہوں، زیادہ ملاقات اور ہم نشینی نہیں رہتی، کیا ایسا کرنا ٹھیک ہے؟ راہ نمائی فرمائیں۔

جواب: یہ دیکھ لو کہ اس اقدام کے پیچھے جذبہ کیا ہے؟ اگر جذبہ کدورت اور نفرت ہے تب تو بالجبر اس جذبے کو توڑو، اور اگر جذبہ یہ ہے کہ اس آدمی سے تلخ تجربہ ہوا ہے، پھر دوبارہ کہیں ایسی تکلیف نہ پہنچے؛ اس لیے اس سے اتنا قریبی تعلق رکھنا مناسب نہیں ہے تو تعلقات اور معاملات محدود کرلینے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ مگر دل میں اس سے کوئی کینہ کپٹ نہ رکھیں، باقی سلوک اور حقوقِ اسلام ادا کرتے رہنا چاہیے۔ ایسی صورت میں یہ اقدام محبوب نہیں ہوگا۔

مصلیوں کے لحاظ میں سنن ونوافل پڑھنا کیا یہ ریاکاری ہے؟

سوال: فرائض کا تو الحمدللہ اہتمام ہو رہا ہے، اس لیے کہ امامت کی ذمہ داری ہے؛ لیکن کسی وقت نماز نہ پڑھانے جاؤں تو ترکِ فرض پر بھی کچھ احساس نہیں ہوتا، اور سنن ونوافل کی طرف زیادہ رغبت نہیں ہوتی، مصلیوں کے لحاظ میں کچھ پڑھ لیتا ہوں، کیا یہ ریاکاری ہے؟ راہنمائی فرمائیں۔

جواب: اگرچہ مصلیوں کے لحاظ میں پڑھ لیتے ہیں، اور اگرچہ امامت کے لحاظ میں پابندی نماز ہو جاتی ہے، کوئی بات نہیں اسی لحاظ میں سہی پابندی تو ہو جاتی ہے، مگر اتنا اہتمام کرلو کہ تصحیح نیت کرتے رہو، اتنا تو اپنے ہاتھ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نیت کرلو، چاہے کسی کے لحاظ میں پڑھ رہے ہو، رکعت باندھنے سے پہلے کہو اللہ! آپ کے لیے پڑھ رہا ہوں، بس یہ کافی ہے، اس سے زیادہ پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، شکر ادا کرو کہ میں کسی مسجد کا امام ہوں، ورنہ میرا نفس تو ایک دن نماز کو نہ جاؤں تو نماز ہی چھڑا دے گا، اور وہ مجھے بے نمازیوں میں ڈال دے گا، جب کہ بے نمازی شقی و بدنصیب اور محروم ہے، تو اس امامت کی برکت سے بے نمازی ہونے سے بچا ہوا ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ مجھے کبھی امامت سے معزول نہ فرمایئے، اسی کا صدقہ ہے کہ میں نمازی ہوں، اس امامت کو ڈھال بنالو بے نمازی بننے سے۔

کثیر مال کی جستجو کرنا

سوال: اپنی اولاد کے لیے بہتر معاش اور زندگی کے واسطے دوڑ دھوپ کرنا حلال ہے؛ مگر کثیر مال کی جستجو کرنا ''حب دنیا'' میں شامل ہوگا یا نہیں؟ راہنمائی فرمائیں

جواب: کسبِ حلال چاہے کتنا بھی کرے یہ کوئی بری بات نہیں ہے، اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ اللہ نے فطرتاً ہر انسان کو مال کی محبت میں سخت بنایا ہے، اب اگر یہ مال حلال راستے سے اور حقوق وفرائض کی ادائیگی کے ساتھ ملتا ہے، تو جتنا کثیر ہو جائے ہونے دو، قارون سے بھی بڑھ جائے تو کیا حرج ہے؟ قارون مال کی وجہ سے رسوا نہیں ہوا، حبِ مال کی وجہ سے رسوا ہوا ہے، وہ بھی مذموم حد تک محبت کی وجہ سے، آپ حبِّ مال نہ رکھیں، مال خواہ کتنا رکھیں لا بأس بالغنی لمن اتقی اللہ عز و جل اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے کے واسطے مال داری کوئی نقصان دہ نہیں ہے۔

نہ مرد آنست کہ دنیا دوست دارد
اگر دارد برائے دوست دارد

میرے بچے خوشحال رہیں، میں اپنے پیچھے وارثوں کے لیے کچھ چھوڑ کے جاؤں، لوگوں کی محتاجگی سے محفوظ رہوں، اور بال بچوں کی تعلیم و تربیت کے بہتر انتظام اور عبادت میں یکسوئی رہے، ایسی نیت ہے تو کوئی بری بات نہیں ہے؛ بلکہ ایسی نیتوں کی ترغیب دی گئی ہے، بس دو چیزوں کا احساس ہو، مال سے مقصود مال پر اترانا نہ ہو، دوسرے مال کمانے کے طریقے حرام نہ ہوں، حلال ہوں، اور مال بھی حلال ہو چاہے جتنا ہو، اور نیت درست رہے۔

صلہ رحمی کرنا ضروری ہے

سوال: ایک بات کو لے کر سسرال میں بحث ہوگئی، اور والدین سے بھی ہوگئی، والدین نے کہا کہ ہم نہ تمہارے سسرال جائیں گے، نہ ان سے بات چیت کریں گے، یہ سب دیکھ کر میں بھی خاموش ہوگیا، تقریباً دو مہینے ہوگئے، اب تک سسرال نہیں گیا، اور مجھ کو بھی جانے میں شرم آرہی ہے؛ کیوں کہ ان کے ذہن میں ہے کہ ان کی بیٹی پر میں ظلم کررہا ہوں جبکہ میں نے کوئی ظلم نہیں کیا، اس لیے جانے میں شرم آتی ہے تو کیا میں بھی ان سے دور رہوں یا پھر صلہ رحمی کرنا ضروری ہے؟

جواب: صلہ رحمی کرنا ہوگا، وہ الزام لگاتے ہیں تو وہ اللہ کو جواب دیں گے؛ آپ کے والدین کو بھی ایسا نہیں کرنا چاہیے، اس لیے کہ بہرحال رشتہ بن گیا ہے، تجربے سے اگر سمجھ میں آتا ہے کہ فلاں کا مزاج ہم سے بالکل الگ ہے طبعی ہم آہنگی مشکل ہے تو محتاط رہنے میں کچھ حرج نہیں؛ لیکن حقوق ادا کریں، حقِ قرابت بہت بڑی چیز ہے، اس کا عنداللہ مؤاخذہ ہوگا۔

میری نماز میں توجہ نہیں رہتی

سوال: میری نماز میں توجہ نہیں رہتی اور بھی بہت سے کاموں میں یہی کیفیت رہتی ہے، دعا کی درخواست ہے۔

جواب: دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ یکسوئی نصیب فرمائے، عبادت کا ذوق نصیب فرمائے، باقی توجہ نہ ہو تو بھی اہتمام سے پڑھو، بل کہ ایسی صورت میں اجر زیادہ ملے گا۔

اچھے ماحول میں رہیں

سوال: اس عاجز کو اکثر اوقات شہوت بہت ستاتی ہے، اور عبادات، ذکر و معمولات برابر نہیں ہوتے شہوت غالب ہوکر خیالات بہت گندے ہوجاتے ہیں۔ علاج تجویز فرمائیں۔

جواب: اچھے ماحول میں رہیں، اور ایسے اسباب سے دور رہیں جو ہیجانِ نفس (جنسی خواہش کی تکمیل میں تیزی اور شدت) کا سبب بنتے ہوں، اگر ماحول اچھا ہوتا ہے تو اچھی باتیں کان میں پڑتی رہتی ہیں، یادِ الٰہی کا ماحول رہتا ہے، تو خود بخود ایسی چیزوں میں زیادہ ابھار نہیں آتا، اس کو کنٹرول کرنے کے لیے تدابیر اختیار کریں، اور مسنون دعا کا اہتمام کریں: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبِیْ وَ طَھِّرْ قَلْبِیْ وَ حَصِّنْ فَرْجِیْ (یعنی اے اللہ! میرے گناہ کو معاف فرما، میرے دل کو پاک فرما، اور میری شرمگاہ کی حفاظت فرما)۔ ایک صحابی غلبۂ شہوت سے پریشان تھے، اس دعا کی برکت سے وہ پورے سماج کے اندر عفت و پاکدامنی کے لحاظ سے بہت نمایاں شخص بن گئے۔

عالمِ عرب

اہلِ شام پر اندوہناک مظالم

از: مولانا غیاث الدین دھام پوری بجنوری

شام پر 61، سے قابض نصیری اسدی خاندان کا تختہ الٹنے کے بعد اس کے گھناؤنے مظالم پر سے پردے ہٹ رہے ہیں، شامی سرزمین کا ہر چپہ لاشیں اگل رہا ہے، جگہ جگہ وسیع اور کئی کئی مربع میٹر میں پھیلی اجتماعی قبریں دریافت ہو رہی ہیں۔ جہاں سو سو لاشیں ایک ساتھ دفن کی گئی تھیں، قبروں سے ڈھانچیں بلکہ ایک ایک قبر سے کئی کئی ڈھانچیں نکل رہے ہیں، قبروں کے ہولناک مناظر دیکھنے میں آرہے ہیں، قبرستان کے چوکیدار بتاتے ہیں کہ 20، میٹر گہرے گڑھے میں یومیہ کنٹینر سے 400 لاشیں لائی جاتیں جنہیں یہاں ٹھکانے لگایا جاتا۔

یہاں آوارہ کتے لاشوں سے پیٹ بھرتے تھے، عام لوگوں کو قریب آنے کی اجازت نہیں تھی، خفیہ دستاویز سے انکشاف ہوا ہے کہ اس طرح کی 150، اجتماعی قبریں تو صرف دمشق میں ہی پائی گئی ہیں، بشاری فوج کے اہلکار خاص طور پر فوجی انٹلی جینٹس کی شاخ فرع 227، سے تعلق رکھنے والے سپاہیوں نے 280، سے بھی زیادہ عام شہریوں کو اس طرح قتل کیا کہ انہیں آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر یہاں لایا گیا اور اس اجتماعی قبر کے پاس ایک ایک کر کے گولیاں مار کر گڑھے میں ڈال دیا گیا یہ اجتماعی قبر پہلے سے تیار کی گئی تھی، بعد میں پیٹرول ڈال کر سب کو جلا دیا گیا۔ کچھ دن بعد اس کی ویڈیو کارجین نے چلائی تو دنیا بھر میں ہنگامہ مچ گیا، مگر ہوا کچھ بھی نہیں اُس قتل عام کے سارے مجرم مزید شہریوں کا شکار کرتے رہے، اب اس ویران جگہ کو مٹی سے ڈھک دیا گیا ہے، اسکے نیچے 280، عام شہریوں کی قبریں ہیں۔

انسانی حقوق کی رپورٹ کے مطابق بشار حکومت نے جبری و منظم انداز میں مخالفین کو خاموش کرنے کے من مانی گرفتاریوں اور جبری گمشدگیوں کا سہارا لیا، ایک لاکھ چھتیس ہزار افراد لاپتہ ہیں جن کے بارے میں کوئی معلومات دستیاب نہیں، امکان غالب ہے کہ یہ تمام افراد انتقال کر چکے ہوں، بشار حکومت کے پاس چالیس ہزار قیدی تو ایسے تھے کہ جن کا انجام کسی نہ کسی حد تک تو معلوم تھا تاہم لاکھوں قیدی ایسے ہیں کہ جن کا انجام ابھی تک معمہ ہے۔ 2011 سے اب تک دو لاکھ افراد قتل اور تقریباً 13 کروڑ باشندے بے گھر ہوئے، اگر ہم

بشارالکلب کے دور کی جیلوں کی بات کریں تو وہ ہر لحاظ سے تباہ کن تھی، حتی کہ تہ خانوں میں ہوا کی مناسب آمد ورفت تک نہ تھی، حد سے زیادہ بھیڑ اور صحت کی سہولیات کا مکمل فقدان تھا، ان حالات کے باعث قیدیوں میں مختلف بیماریاں عام ہوگئیں اور ہزاروں قیدی انہی حالات کی وجہ سے موت کا شکار ہوگئے۔ جیلوں میں ہونیوالی زیادہ تر اموات طبی غفلت یا منظم تشدد کی وجہ سے ہوئیں، شہری رجسٹری کے ذریعے آٹھ ہزار اموات کی تو تصدیق ہوچکی ہے، لیکن حقیقی تعداد اس سے کہیں ہے۔ بشار حکومت نے متاثرین کی لاشوں سے چھٹکارا پانے کے لئے مختلف طریقے اپنائے، جن میں لاشوں کو جلانا، نامعلوم اجتماعی قبروں میں دفنانا۔ متنازع طریقوں سے لاشوں کو جلانے کے لئے بھٹیوں کا استعمال تک شامل تھا، تاکہ تشدد کے نشانات مٹائے جاسکیں، دمشق کے نواحی علاقوں میں دریافت ہونے والی درجنوں لاشوں کی دل دہلا دینے والی ایسی تصاویر اور ویڈیوز سامنے آرہی ہیں کہ جنہیں بشار کا سورج ڈوبتا ہوا محسوس کرتے ہی قتل کردیا گیا۔ قیدیوں کو بعض اوقات گھٹنوں کے بل سر موڑ کر بیٹھنے پر مجبور کیا جاتا اور رانوں کے بیچ میں چھری گاڑ دیجاتی تاکہ وہ حرکت نہ کرسکے، اور پھر مار پیٹ سے قبل ان کے جسموں پر گاڑی کا ٹائر اتارا جاتا، یعنی ہر کسی کے لئے سزائیں مختلف قسم کی ہوتیں، بعض قیدیوں کو پانی کے ڈرم میں اس وقت تک الٹا پکڑ کر لٹکایا جاتا جب تک ان کا دم نہ نکل جاتا، اگر کسی قیدی کی کھانے کی زیادہ طلب ہوتی تو اسے کھانے کے بدلے گارڈز کے ساتھ اورل سیکس کی پیش کش کی جاتی، سیل میں جو بھی بات کرتا اس کو جان سے مار دیا جاتا، گارڈز سیل کے اندر آتے اور ان لوگوں کا نام پکارتے جن کو ساتھ لیجانا ہوتا پھر وہ لوگ دوبارہ کبھی نظر نہ آتے، رشوت لینے کے بعد ایسے قیدیوں کی سزا میں کمی کردیجاتی یعنی سزائے موت کو عمر قید اور پھر بیس سال کی قید میں بدل دیا جاتا۔ قیدیوں کو بغیر روشنی کے تاریک کمروں میں رکھنا، تشدد، اور غیر انسانی سلوک معمولی باتیں تھیں۔

صیدنایا مذبح سے زندہ نکلنے والے ایک قیدی کا الجزیرہ نے انٹرویو نشر کیا، اس کو مار مار کر بشار کا کلمہ ایسا پڑھایا گیا کہ اس کے علاوہ اس کچھ یاد ہی نہیں رہا، یہ کوئی محض دعوی نہیں، بلکہ حقیقت میں جیل میں بشار الاسد کا اپنا کلمہ پڑھایا جاتا تھا، جس کی ویڈیوز سوشل میڈیا میں بکھری پڑی ہیں، قیدیوں سے کہا جاتا پڑھو (لا الہ الا الاسد) اس قسم کے دسیوں قیدی ایسے ہیں جو مکمل طور پر پاگل ہوچکے ہیں۔

ایک پندرہ سالہ بچہ (عمر الشغری) جو دنیا میں مظلومیت کا استعارہ ہے، بشار نے اس کے ساتھ جو کیا وہ شاید ہی حضرت آدم کی اولاد میں کسی بچے کے ساتھ ہوا ہو، اسے ایسی سزائیں دی گئیں کہ ترکیا جیسے طبی لحاظ سے ترقی یافتہ ملک میں بھی اسکا علاج نہ ہوسکا، اسے لاشوں سے بھرے ہال میں رکھا گیا تھا۔ ایک اور لاش کی

شناخت معروف شامی سیاسی کارکن اورسوشل میڈیا 'مازن حمادہ' کے طور پر کیگئی ،جنہیں کئی سال قید اورتشدد کے بعد رہا کیا گیا،جس کے بعد وہ نیدرلینڈ میں پناہ گزین ہوگئے،تاہم وہ چار سال قبل شام واپس آئے جہاں انہیں دوبارہ گرفتار کیا گیااوراب ان کی لاش برآمد ہوئی ہے، 2011,میں اپنی گرفتاری سے قبل وہ تیل کی بڑی کمپنی میں کام کرتے تھے۔

وہ بشارکی جیلوں میں قیدیوں کے ساتھ ہونے والے مظالم اورانسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے بارے میں میڈیا، دستاویزی فلموں اورکانفرنسوں میں چشم دید گواہ کے طور پر مشہور تھے،انہوں نے قیدیوں اور جبری طور پرلا پتہ افراد کے حالات کے بارے میں تفصیلات فراہم کیں،اور بشارلاسد کے نظام کو بین الاقوامی عدالت میں لے جانے کے عمل میں اہم کردارادا کیا، 2014، میں رہائی کے بعد دنیا بھر میں شام میں تشدد اور جبر کے بارے میں تفصیلی گواہی پیش کی 2020، میں وہ اچانک دمشق کے لئے جہاز میں سوار ہوگئے جہاں پہونچتے ہی وہ ایئرپورٹ سے غائب ہوگئے۔مازن کی لاش کی تصویر جب وائرل ہوئی تو ہم نے جانا کہ وہ جسمانی طور پرمر چکا ہے؛ لیکن اس کی یادیں کبھی نہیں مریں گی۔سوشل میڈیا صارف نے انہیں بولنے والا مردہ قرار دیا، دراصل ان درندوں کو وہم وگمان بھی نہیں تھا کہ ایک دن باطل مغلوب اورحق غالب آئے گا جس سے ہماری بھی شامت آسکتی ہے۔اس لئے خود ہی اپنے خلاف ویڈیوثبوت تیارکر کے سوشل میڈیا پرڈالتے رہے، یہی وجہ ہے کہ اب یہ ظالم چھپنا بھی چاہیں تو چھپ نہیں سکتے۔؟

فقہ وفتاویٰ

آپ کے شرعی مسائل

از: مفتی محمد ندیم الدین قاسمی*

آدھی آستین والی قمیص میں نماز پڑھنے کا حکم

سوال: آدھی آستین والی قمیص یا بنیان میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بغیر عذر ان کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ۲ / ۲۱۲)

نصیحت کرنے کے آداب

سوال: نصیحت کرنے کیا آداب ہیں؟

جواب: اپنے مسلمان بھائیوں کو نیکی کرنے اور بُرائی چھوڑنے کی ترغیب دینا تو فرض ہے، مگر اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ بات بہت نرمی اور خوش اخلاقی سے سمجھائی جائے۔ طعن وتشنیع کا لہجہ اختیار نہ کیا جائے۔ اور تبلیغ کرتے وقت بھی اس کو اپنے سے افضل سمجھا جائے۔ اگر آپ نے پیار ومحبت سے سمجھایا اور اس کے باوجود بھی وہ نہیں مانا تو آپ نے اپنا فرض ادا کرلیا، اب زیادہ اس کے پیچھے نہ پڑیں، بلکہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے رہیں کہ اسے راہِ راست کی توفیق عطا فرمائے اور کسی مناسب موقع پر پھر نصیحت کریں۔ بہرحال یہ خیال رہنا چاہئے کہ ہمیں بیماری سے نفرت ہے، بیمار سے نہیں۔ جو مسلمان بے عمل ہو اسے حقیر نہ سمجھا جائے، بلکہ اخلاق ومحبت سے اس کی کوتاہی دُور کرنے کی پوری کوشش کی جائے، اس کے لئے تدابیر سوچی جائیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل، ۸ / ۸۳)

نئے عیسوی سال کی آمد پر خوشی

سوال: کیا نئے عیسوی سال کی آمد پر خوشی منانا جائز ہے؟

جواب: یہ عیسائیوں کی رسم ہے، اور مسلمان جہالت کی وجہ سے مناتے ہیں، یہ ناجائز ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل، ۸ / ۱۰۶)

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

قرض سے خلاصی کا وظیفہ

سوال: زید، تین لاکھ کا قرض دار ہو گیا ہے، قرض سے خلاصی کے لئے اگر کوئی وظیفہ ہو تو رہنمائی فرمائیں۔

جواب: سورۃ الشوریٰ (۲۵ واں پارہ) کے دوسرے رکوع کی آخری آیت: اللّٰہ لطیف بعبادہٖ..... آخر تک اسی (۸۰) مرتبہ فجر کے بعد پڑھا کریں، اگر داڑھی منڈاتے یا کتراتے ہیں تو اس سے توبہ کریں، والسلام۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ۸/۱۸۸)

وعظ پر عطیہ لینا

سوال: وعظ پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: وعظ کی اجرت پہلے سے مقرر نہ کی جائے اور واعظ کی نیت میں بھی یہ بات نہ ہو کہ مجھے ضرور کچھ رقم ملے گی یا ملنی چاہیے، وہ محض اللہ کی خاطر وعظ کہہ دے، اور اگر کوئی شخص تبرعاً کچھ رقم دیدے تو رقم دینا بھی جائز اور واعظ کو لینا بھی جائز ہے۔ لیکن اگر واعظ اس کو ایک طریقہ بنالے کہ وہ وعظ پر اجرت لیا کرتا ہے، تو اس کی دو صورتیں ہیں: اول یہ کہ کوئی قومی ادارہ مثلاً: انجمن یا دینی مدرسہ، کسی عالم کو تبلیغِ دین کی غرض سے، وعظ کہنے کی غرض سے وعظ کہنے کے لئے ملازم رکھے اور اس کی اجرت ماہانہ تنخواہ کی صورت میں مقرر کردے، تو یہ بھی جائز ہے۔ دوم یہ کہ ہر وعظ پر واعظ اجرت متعین کر کے وعظ کرے، تو یہ صورت مکروہ ہے۔

(کفایت المفتی، ۷/۳۲۰)

بے وضو نماز پڑھنے والے کا حکم

سوال: بے وضو نماز پڑھنے سے کیا آدمی کافر ہو جاتا ہے؟

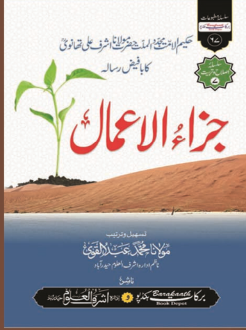
جواب: اس کے کفر میں اختلاف ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہوگا، مگر وہ شخص فاسق و گنہگار ہوگا، اس لئے توبہ کرے۔ (مستفاد از: فتاویٰ دار العلوم دیوبند، ۱۸/۳۳۶)

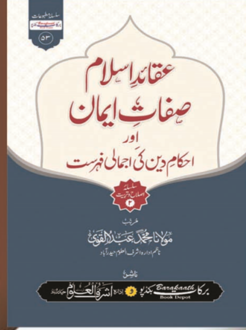
مؤکل، غیب کی خبر بتا سکتے ہیں؟

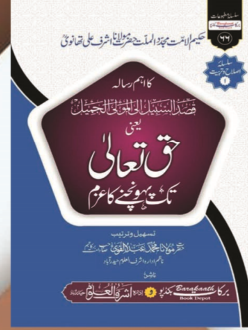
سوال: عامل کہتے ہیں کہ ہمارے پڑھنے پر مؤکل آتے ہیں، اور غیب کی خبر بتاتے ہیں، یہ کہاں تک صحیح ہے؟

جواب: یہ غلط ہے، صحیح نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، ۱۸/۳۷۷)

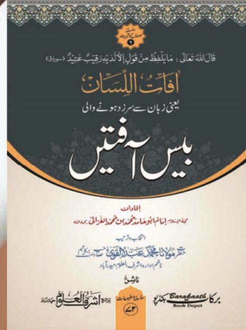
ASHRAFUL JARAID MONTHLY Rs20/-
RNI No: APURD/2007/24089 Postal. No: HSE/884/23-25
Date of Publication 3rd Jan-25, Date of Posting 5th Jan-25

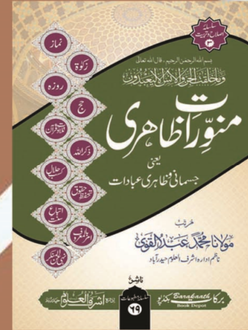


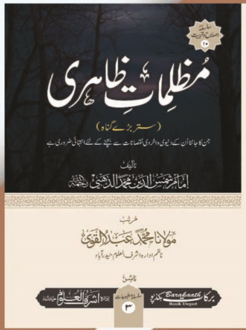


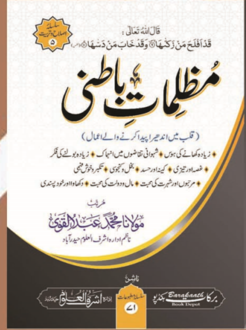


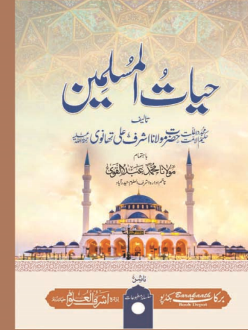












Printer, Publisher & Owner: Mohd Abdul Qavi, # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Published from: # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Editor : Mohammed Abdul Qavi. Printed at: Aish Offset Printers, Cellar Masjid-e-Meraj, Sayeedabad, Hyd-59